یا اللہ مدد | عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ باد | شان رسالت ﷺ زندہ باد | اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شان صحابہ رضی اللہ عنہم زندہ باد | مقام امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ زندہ باد | حق چار یار رضی اللہ عنہم

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

# مجلّہ صفدر

بفیضان

مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت مولانا

## قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد

محدثِ عرب و عجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ

شیخ الحدیث حضرت مولانا

## محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

خلیفہ مجاز: امام الموحدین رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ

| | |
|---|---|
| مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ | فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ |
| شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ | فخر اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ |
| حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ | امین ملت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ |
| پاسبان مسلکِ احناف، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ | ترجمان مسلکِ دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ |
| وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ | جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ |

بدعا: وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست

پیر طریقت شیخ الحدیث

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب مدظلہ

نگران

وکیل احناف مناظر اسلام

حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ


مدیر اعلیٰ: مولانا جمیل الرحمٰن عباسی 0301-7790908

مدیر مسئول: مولانا احسن خدامی 0320 4902150

مدیر: حمزہ احسانی 0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

# ترتیب


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | جامعہ مظہریہ حسینیہ کا سالانہ جلسہ........ | اداریہ....................... | 3 |
| ۲ | مودودی جماعت کی پانچ بنیادی گمراہیاں........... | مولانا سعید احمد پالن پوری.. | 8 |
| ۳ | محسنوں کی حق تلفی نہ کیجیے.................. | مولانا محمد ہارون............ | 16 |
| ۴ | مولانا الطاف الرحمٰن........................ | مولانا ظفر اقبال........... | 20 |
| ۵ | سورۃ الفیل میں غامدی و اصلاحی کی من گھڑت تفسیر.. | مولانا مجیب الرحمٰن......... | 27 |
| ۶ | مسئلہ امکان نظیر اور آل غیر مقلدیت (آخری قسط) | مولانا مفتی رب نواز......... | 37 |


## وفیات

......مصلح الامت، شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور رحمہ اللہ [۲۸ /شعبان، ۱۵/ مئی]

......حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز مولانا عبد الغفور رحمہ اللہ [ٹیکسلا]

......شیخ الحدیث مولانا مشرف علی تھانوی رحمہ اللہ [مہتمم: دار العلوم اسلامیہ، لاہور]

......حضرت مولانا عبد الرحمٰن شاہ رحمہ اللہ [لاہور]

......حضرت نفیس شاہؒ کے خلیفہ مجاز ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المؤمن شاہ بخاری رحمہ اللہ

......حضرت مولانا مفتی عبد المنان رحمہ اللہ [شہداد پور، سندھ]

......جناب محمود حسن عرف حافظ مٹھا صاحب کے والد حاجی محمد یونس رحمہ اللہ [اچھرہ، لاہور]

......حضرت شیخ سومرو مدظلہم کی چچازاد بہن رحمہا اللہ [جنہان، سندھ]

......مولانا محمد صادق جمال پوری مدظلہم کے بہنوئی رحمہ اللہ [بہاولپور]

......مولانا اسد اللہ شہباز مدظلہم کے چچا محترم رحمہ اللہ [ٹنڈو غلام علی، سندھ]

......جناب محمد قاسم سومرو، جناب عبد العلیم سومرو، جناب محمد قصائی رحمہم اللہ [جنہان، سندھ]

......مولانا محمد نوید اشرف کے سسر حاجی اشرف مسجد کے خطیب مولانا عبد اللہ رحمہ اللہ [بہاولپور]

......جناب ملک بشیر اعوان رحمہ اللہ [اسلام آباد]

......مولانا فرقان احمد کے والد گرامی حافظ مقبول احمد رحمہ اللہ [احمد پور شرقیہ، ضلع بہاول پور]

......امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا پڑپوتا احمد زہیر رحمہ اللہ [لاہور]

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ [ادارہ]

پیامِ صفدر

مولانا احسان الحق چاریاری

# جامعہ مظہریہ حسینیہ [جنھان سومرو سندھ] کا سالانہ جلسہ

وارثِ مسندِ مدنی، باغبانِ گلشن مظہری، شیخ العرب و العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سلسلہ کے عظیم مرشد، قائد اہل سنت، وکیل صحابہ مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے روحانی فیوض کے وارث شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم کے لگائے ہوئے گلشن ''جامعہ مظہریہ حسینیہ'' میں ایک مرتبہ پھر خدام شیخ کو حاضری کا موقع نصیب ہوا۔ مؤرخہ ۲۱/اپریل بروز ہفتہ منعقد ہونے والے سالانہ جلسہ میں ملک بھر کے طول وعرض سے بڑی تعداد میں احباب جمع ہوئے اور صحبت وزیارتِ شیخ، اور علمائے کرام کے بیانات سے استفادہ کیا۔

......حسب سابق موبائل یا کسی بھی ذریعہ سے تصویر اور ویڈیو بنانے سے سختی سے منع گیا۔ الحمدللہ

......مجمع بہت خوب اور بھرپور تھا۔ اور یہ کہ اکثر حاضرینِ مجلس اختتامی دعا تک جم کر بیٹھے رہے۔

......شرکاء کی کثرت کے باعث پنڈال، مدرسہ کی گیلریاں، دو اطراف کی چھتیں، باہر کی سڑک اور اسٹالوں پر لوگ ہی لوگ نظر آئے۔

......گاڑیوں، موٹر سائیکلوں وغیرہ کی پارکنگ کا بہترین انتظام تھا۔

......باہر سے آنے والے عام مہمانوں، خصوصی مہمانوں اور مدعوین وغیرہ کی رہائش اور قیام وطعام کا انتظام بھی بہت خوب تھا۔ عوام الناس کے لیے بھی کھانے کا عمدہ نظم تھا۔

......اسٹیج وسیع اور خوبصورت تھا۔ مقرر اور مہمان خصوصی کے لیے دو عدد صوفے رکھے گئے تھے۔

بعد مغرب ۷:۱۵/بجے مولانا زاہد حسین رشیدی نے تمہیدی کلمات ارشاد فرمائے۔

۷:۲۴/قاری محمد آصف صاحب نے تلاوت کلام پاک فرمائی۔

۷:۳۲/مولانا حافظ قاسم گجر نے نعت ونظم پیش کی۔ دو شعر یہ ہیں: ؎

جو حسینؓ و حسنؓ کا، علیؓ کا نہیں — وہ خدا کا نہیں، وہ نبی ﷺ کا نہیں
اس کے حصے میں شمر و یزید آ گئے — اور نبی ﷺ کا گھرانہ ہمیں مل گیا
جو ابوبکرؓ و فاروقؓ، غنیؓ کا نہیں — وہ علیؓ کا نہیں، وہ نبی ﷺ کا نہیں
اُس کے حصے میں رفض و سبا آ گئے — اور نبی ﷺ کا یارانہ ہمیں مل گیا

۵۰:۷/مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہ کا بیان شروع ہوا۔فرمایا:

ایک اچھا انسان کیسے بنتا ہے؟ اور اچھا معاشرہ کیسے وجود میں آتا ہے؟......اچھا انسان تین چیزوں سے بنتا ہے: اچھا عقیدہ، اچھا عمل، اچھی نیت۔......مثال: درخت کے تین حصے ہوتے ہیں: ۱: جڑ۔۲: تنا اور شاخیں۔۳: پھل یا پھول۔اگر جڑ صحیح ہو تو سب کچھ صحیح ہوسکتا ہے۔جڑ جل جائے تو پورا درخت خشک ہوجاتا ہے۔جس درخت کی تینوں چیزیں صحیح ہوں، وہ بہترین درخت ہوتا ہے۔اور بہترین درختوں سے مل کر بہترین باغ تیار ہوتا ہے۔اسی طرح اچھے عقیدے، عمل اور نیت سے بہترین انسان بنتا ہے، جب سب انسان بہترین ہوں تو بہترین معاشرہ وجود میں آتا ہے۔......جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، ہر فرد بہترین تھا، بہترین معاشرہ وجود میں آگیا۔

عقیدہ کیا ہے؟ دِل میں کسی بات کو ایسے طریقے سے جمالینا جو کسی کے نکالنے سے نہ نکلے۔عقیدہ اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی ہوتا ہے۔اچھے عقیدے والا اچھا اور برے عقیدے والا برا انسان بنتا ہے۔

عقیدے کے بعد عمل ہے، عمل کا سنت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔پھر ہر چیز کا ایک وجود ہوتا ہے اور ایک اس کا 'حسن' ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو اعمال کی گنتی اور کثرت نہیں، 'حُسن' اور 'وزن' مطلوب ہے، قیامت کے دن اعمال کی گنتی نہیں وزن ہوگا۔آپ نے روایت سنی ہوگی کہ قیامت کے دن ایک شخص کے برائیوں کے ۹۹/دفتروں پر کلمہ طیبہ والی ایک پرچی بھاری ہوجائے گی۔یہ عقیدہ توحید کا ''حسن'' ہے، کہ توحید میں ایسا حسن وکمال پیدا کیا کہ ایک پرچی برائیوں کے ۹۹/دفتروں پر غالب آگئی۔

عقیدہ ختم نبوت کا ''حسن'' یہ ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے غداروں سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر لیے جائیں۔نبی کریم ﷺ کے چاروں خلفائے راشدین کو برحق مانا جائے تو اس سے عقیدہ ختم نبوت کو تحفظ ملتا ہے، کیونکہ بعض لوگوں نے عقیدہ خلافت کے مقابلے میں عقیدہ امامت گھڑ لیا ہے، جو ختم نبوت کے سراسر منافی ہے۔اس لیے عقیدہ خلافت راشدہ سے عقیدہ ختم نبوت کو تحفظ ملتا ہے۔اور عقیدہ خلافت راشدہ کا ''حسن'' یہ ہے کہ خلفائے راشدین بلکہ تمام صحابہ کے دشمن سے ہر قسم کی لاتعلقی اختیار کرلی جائے۔

۲۰:۸/مولانا حافظ قاسم گجر نے نظم پیش کی، چند اشعار یہ ہیں:

میرے پیمبر ﷺ کی ذات خوشبو ||| میرے پیمبر ﷺ کی بات خوشبو
جنم، لڑکپن، جوانی خوشبو ||| نبی ﷺ کی ساری حیات خوشبو
خدا کی مرضی سے سیدہ عائشہؓ ||| بنی ہے وہ نبی کی دلہن
نکاح بھی خوشبو، بیاہ بھی خوشبو ||| باراتی خوشبو، بارات خوشبو
حسنؓ خوشبو، حسینؓ خوشبو ||| حمزہؓ خوشبو، عباسؓ خوشبو

آلؓ خوشبو، ازواجؓ خوشبو چاروں آپ کی بناتؓ خوشبو
صدیقؓ خوشبو، عمرؓ بھی خوشبو، غنیؓ بھی خوشبو، علیؓ بھی خوشبو
میں یوں کہوں تو غلط نہ ہوگا نبی ﷺ کی ساری جماعت خوشبو

اسی دوران ہی مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی نے عقیدہ خلافت راشدہ پر روشنی ڈالی۔فرمایا: یہ جو ہمارے ہاں ''حق چار یار'' کا نعرہ لگتا ہے، یہ اصل میں ایک سوال کا جواب ہے، جیسے نعرہ لگانے والا یہ سوال کرتا ہے: نعرہ تکبیر (سب سے بڑا کون ہے؟) تو جواب دینے والے جواب دیتے ہیں: اللہ اکبر (اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔) اسی طرح ''خلافتِ راشدہ'' کا نعرہ لگانے والا ایک سوال کرتا ہے، کہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مہاجرین صحابہ سے جس خلافت کا وعدہ کیا تھا، جسے اصطلاح میں ''خلافت راشدہ'' کہتے ہیں، وہ خلافت کتنے صحابہ کا حق ہے؟ تو جواب دینے والے جواب دیتے ہیں: ''حق چار یار'' یعنی خلافت راشدہ موعودہ صرف چار صحابہ کا حق ہے۔ اِس لیے اِس نعرے کو اِسی سوال کے پس منظر میں دیکھنا چاہیے، نہ کہ باقی صحابہ کے 'حق' ہونے کی نفی کے تناظر میں۔

۳۳:۸/مولانا عبد الجبار سلفی کا بیان، فرمایا:

ہر جماعت، ہر طبقے، ہر گروہ میں کچھ لوگ اچھے ہوتے ہیں اور کچھ برے ہوتے ہیں، کچھ ڈاکٹر اچھے، کچھ برے، کچھ علماء اچھے یعنی علمائے حق، کچھ علماء برے یعنی علمائے سوء۔لیکن تین جماعتیں ایسی ہیں کہ اُن کے سارے افراد ہی اچھے ہیں، ان میں کوئی بھی برا نہیں۔ ۱) فرشتے سارے اچھے۔ ۲) انبیاء سارے اچھے۔ ۳) صحابہ سارے اچھے۔...... اسلام نے حضور ﷺ کے بعد نظریہ ''خلافت'' دیا، کچھ لوگوں نے اس کے مقابلے میں نظریہ ''امامت'' گھڑ لیا، خلافت کا معنی ہے: پیچھے ہونا، امامت کا معنی ہے: آگے ہونا۔ (گویا ہم کہتے ہیں کہ حضور کے بعد والے حضور کے پیچھے پیچھے، وہ کہتے ہیں: ہمارے امام حضور سے بھی آگے آگے۔) ...... یاد رکھیے! انبیاء معصوم ہیں، انبیاء کے علاوہ کوئی (مکلّف انسان) معصوم نہیں ہوتا۔اور صحابہ کرام محفوظ ہیں۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''محفوظ وہ ہوتا ہے جو اپنے تقوے کی بنا پر گناہ کے قریب نہ جائے، یا اگر چلا جائے تو اتنی ندامت ہو کہ سچی پکی توبہ کے بغیر چین نہ آئے۔اور معصوم وہ ہوتا ہے جس کے قریب گناہ ہی نہ جائے۔'' ...... اسلام کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا، نہ کوئی معصوم آئے گا۔لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ آخری نبی تو ہیں، آخری معصوم نہیں۔جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کہتے ہیں: جو انبیائے کے بعد اجرائے عصمت کا قائل ہو وہ بھی ایسے ہی ختم نبوت کا منکر ہے، جیسے قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں۔

جن لوگوں نے نظریہ امامت گھڑا، وہ کہتے ہیں کہ: دین کا سب سے اہم جزو ''امامت'' ہے۔اُن کو

اپنا نظریہ امامت بچانے کے لیے پورے دین سے ہاتھ دھونے پڑے۔......اُن سے پوچھا گیا کہ: اگر امامت اتنا اہم عقیدہ تھا تو کلمہ میں اس کا ذکر کیوں نہیں؟ قرآن میں توحید ورسالت اور قیامت کا ذکر ہے، قرآن میں امامت کا ذکر کیوں نہیں؟ صحابہ نے امامت کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ اہل بیت نے امامت کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ یہ ہمارے چار سوالات ہیں۔ جواب میں انہوں نے کہا کہ: کلمے میں پہلے امام کا تذکرہ موجود ہے۔ ''علی ولی الله، وصی رسول الله، وخليفته بلا فصل'' ۔ہم نے کہا کلمے کا یہ حصہ حضرت علیؓ سے ثابت کر دکھاؤ! کہنے لگے: نہیں! انہوں نے تقیہ کر لیا تھا، ہم نے کہا: حضرت ابوبکرؓ سے ثابت کر دو! کہنے لگے: نہیں! وہ (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے تھے، ہم نے کہا: قرآن میں دکھا دو! کہنے لگے: نہیں! صحابہ نے قرآن بدل دیا تھا۔ گویا عقیدہ امامت کو بچانے کے لیے اہل بیت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے، صحابہ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے، قرآن سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ جبکہ جو کہتے ہیں کہ اسلام نے نبوت کے بعد ''خلافت'' کا نظریہ دیا ہے، وہ کلمہ بھی مانتے ہیں، قرآن بھی مانتے ہیں، اہل بیت کو بھی مانتے ہیں، صحابہ کو بھی مانتے ہیں۔......مقام خلافت ''ختم نبوت'' کی بڑی دلیل ہے۔ کیونکہ امامت تو ختم نبوت کے منافی ہے۔......بعض لوگ کہتے ہیں کہ: ''حق چار یار'' کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا باقی صحابہ حق نہیں؟ اُن سے میں پوچھتا ہوں، اسلام کا کلمہ ہے: لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، کیا اِس کا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں اور کوئی رسول نہیں؟ اَصل بات یہ ہے کہ جس نے محمد کو رسول مان لیا، اُس نے سب انبیاء کو نبی مان لیا۔ اِسی طرح جس نے چار کو خلیفہ مان لیا اُس نے سب صحابہ کو جنتی مان لیا۔

۹:۲۰ رمولانا ظہور احمد صاحب کا عظمت قرآن پر سندھی میں اثر انگیز بیان شروع ہوا، فرمایا: قرآن اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، خدا تعالیٰ کے اندر کی چیز ہے، قرآن مخلوق نہیں ہے۔ بڑی عظمت والی چیز ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج قرآن پاک ہماری الماریوں کا ''قیدی'' ہے۔ خدارا! قرآن کو الماری کا قیدی بنانے کے بجائے اسے اپنے سینے سے لگائیں، صبح وشام اس کی تلاوت کریں اور اس کا حق ادا کریں، ورنہ قیامت کے دن یہ ہمارے خلاف گواہی دے گا۔

۱۰:۰۰ ربجے مولانا ظہور احمد مدظلہ کا بیان کے اختتام پر نمازِ عشاء کا وقفہ ہوا۔

۱۰:۴۵ رمولانا زاہد حسین رشیدی کی مختصر تلاوت سے دوسری نشست کا آغاز ہوا۔

۱۰:۵۲ رحافظ علی گوہر نے نظم پڑھی۔

۱۱:۱۰ رفخر اہل سنت حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمہ اللہ کے پوتے، مولانا قاری خبیب احمد عمر رحمہ اللہ کے فرزند مولانا قاری ابوبکر صدیق مدظلہ کا بیان شروع ہوا، فرمایا: شبِ معراج میں نبی کریم ﷺ نے کسی بھی مقام پر اپنی امت کو نہیں بھلایا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم زندگی کے تمام موقعوں پر سنت نبوی کو یاد رکھیں۔

۱۱:۴۰/مولانا حافظ قاسم گجر نے نظم پڑھی۔

۱۱:۵۰/امیر تحریک مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہم کا بیان شروع ہوا۔ فرمایا: کوئی بھی جماعت تشدد سے کامیاب نہیں ہوتی۔ تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ پُر امن جماعت ہے۔

۱۲:۲۰/ایک ننھے بچے نے نظم پڑھی۔

۱۲:۳۰/حضرت شیخ سومرو مدظلہم نے مختصر سندھی بیان میں مہمانوں کے شکریہ کے بعد ارشاد فرمایا:

ہماری حاضری کا مقصد فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے، اللہ جل شانہ قبول ومنظور فرمائے۔......قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تکمیل دین کی جو آیت نازل فرمائی: **الیوم اکملت لکم دینکم وتممت علیکم نعمتی** ،اس آیت میں ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے۔ آخری نبی پر آخری دین نازل فرمادیا۔ اب کسی نئے نبی کی کوئی گنجائش نہیں۔ دین اسلام میں ایسی جامعیت ہے کہ قیامت تک کے لیے یہی دین بطورِ دین کافی وشافی ہے۔...... حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے خاتم النبیین کا معنی یہ ارشاد فرمایا کہ: تمام کمالات نبوت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ذات میں بند فرمادیئے ہیں۔ کوئی کمال نبوت ایسا نہیں جو آپ کی ذات اقدس میں نہ ہو۔ جیسے تارے اور چاند میں بھی روشنی کا کمال ہے، لیکن پورا کمال نہیں ہے، جبکہ سورج میں روشنی کا پورا کمال ہے، اس لیے سورج کو خاتم الانوار کہنا صحیح ہے۔ یعنی روشنی کے تمام کمالات سورج میں بند ہیں۔ اسی طرح تمام کمالات نبوت حضور کی ذات میں بند ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ: جب تمام کمالات نبوت حضور کی ذات میں بند ہیں، کوئی کمال بھی ایسا نہیں جو آپ کی ذات میں نہ ہو، تو پھر کون سی ایسی چیز باقی ہے کہ جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی بھیجنے کی ضرورت باقی ہوگی؟ نبوت کے کمال میں کس چیز میں کمی رہ گئی ہے جو نئے نبی کی ضرورت پڑے گی؟ اور وہ آکر اس کمی کو پورا کرے گا؟ خاتم النبیین کا جو مفہوم حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے، اس کے صحیح ہونے پر تو قرآن پاک کی آیت تکمیل نے مہر لگادی ہے۔

۱۲:۴۰/حافظ علی گوہر نے نظم پڑھی۔

۱۲:۴۵/مولانا حافظ قاسم گجر نے نظم پڑھی۔

۱۲:۵۰/مولانا اسماعیل کاظمی نے بیان فرمایا۔

۲:۰۰/بجے حفظ وناظرہ کے طلبہ کی رومال پوشی ہوئی۔ اور ''مدرسہ گلشن صحابیات تعلیم النساء'' میں حفظ کرنے والی طالبات کے والدین میں طالبات کی چادریں تقسیم کی گئیں۔

۲:۱۰/حضرت سائیں حمید الدین مدظلہ نے مختصر اِختتامی دعا فرمائی۔

☆......☆......☆......☆

وعظ: مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم [صدر مدرس وشیخ الحدیث: دارالعلوم دیوبند]
ناقل: مولانا احمد سعید پالن پوری، استاد جامعہ الشیخ حسین احمد المدنی محلّہ خانقاہ دیوبند

# مودودی جماعت کی پانچ بنیادی گمراہیاں

خطبۂ مسنونہ کے بعد: **اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ * صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ.**

بزرگو اور بھائیو! آج میں چاہتا ہوں، کہ آپ کو جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب، اور ان کی جماعت ''جماعتِ اسلامی'' کی حقیقت سمجھاؤں، لوگ عام طور پر اس سے واقف نہیں، اور ہر ایک کے بس میں اسے سمجھانا بھی نہیں، اس لیے آج کی آخری مجلس میں (نیویارک کی ایک بڑی مسجد میں حضرت والا کا دس دن کا پروگرام تھا، روزانہ عشاء کے بعد بیان ہوتا تھا، بیان کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ چلتا تھا، لوگ بار بار جماعتِ اسلامی کے بارے میں دریافت کرتے تھے، حضرت جواب دیتے تھے، کہ یہ تفصیلی موضوع ہے، کسی وقت سمجھاؤں گا، چنانچہ آخری دن اسی موضوع پر تقریر فرمائی۔ [ناقل]) اس موضوع پر مختصر کلام کرنا چاہتا ہوں، لیکن جو باتیں بیان کرونگا، وہ بنیادی باتیں ہونگی، اس لیے آپ ان کو بغور سنیں، جس کی سمجھ میں آئے وہ قبول کرے، نہ سمجھ آئے تو اس دنیا میں کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

مودودی جماعت کی بنیادی گمراہیاں پانچ ہیں:

## (۱)......صحابہؓ معیارِ حق نہیں:

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ہماری جماعت کے ایک فرد تھے، شروع میں ہمارے سارے آدمی ان کے ساتھ تھے، پھر ہمارا اور ان کا اختلاف کہاں سے شروع ہوا ہے، اس کو سمجھنا ہے، سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب باقاعدہ دین پڑھے ہوئے نہیں تھے، انگریزی بھی انہوں نے باقاعدہ نہیں پڑھی تھی، لیکن غضب کے ذہین تھے، انہوں نے اپنی محنت سے انگریزی بھی سیکھی، عربی بھی سیکھی، اور شروع میں جمعیۃ علماء ہند کے اخبار، الجمعیۃ کے ایڈیٹر رہے، اس زمانے میں جمعیۃ کے صدر مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تھے، کہتے ہیں، انہوں نے مفتی صاحبؒ سے بھی استفادہ کیا ہے، ایڈیٹری کے زمانے میں انہوں نے الجہاد فی الاسلام لکھی، اور سب لوگوں نے اسے بہت پسند کیا، پھر وہ الجمعیۃ کی ایڈیٹری چھوڑ کر حیدر آباد چلے گئے، اور وہاں جاکر انہوں نے ترجمان القرآن کے نام سے ماہانہ رسالہ نکالا، اور اس میں مضامین لکھنے شروع کیے، یہ زمانہ وہ تھا،

جب ہندوستان میں آزادی کی تحریک زوروں پر چل رہی تھی، چنانچہ مودودی صاحب نے بھی آزادی کے موضوع پر زوردار تحریریں لکھیں، اور دوسرے بڑے علماء جیسے مولانا علی میاں ندویؒ، مولانا منظور نعمانیؒ، مولانا امین احسن اصلاحی، اور مولانا بختیاری مدراسی، وغیرہ حضرات بھی ان کے رسالہ میں تحریریں لکھ رہے تھے، پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے طے کیا کہ مجھے اپنی ایک علیحدہ جماعت بنانی ہے۔

اور اس سلسلہ میں پہلا اجلاس انہوں نے دہلی میں بلایا، اس اجتماع میں ہمارے علماء مولانا منظور نعمانی صاحبؒ، مولانا علی میاں ندوی صاحبؒ اور مولانا بختیاری وغیرہ شریک ہوئے، اس اجلاس میں مودودی صاحب نے اپنی جماعت کی تشکیل کی، اور اس کا دستورِ اساسی پیش کیا، جس کی پہلی دفعہ تھی کہ: ''اس جماعت کا نام، جماعتِ اسلامی ہوگا۔'' سب سے پہلے اس پر مناقشہ ہوا، کہ جماعتِ اسلامی کا کیا مطلب؟ اس جماعت میں جو نہیں ہے، کیا وہ مسلمان نہیں ہے؟ مولانا مودودی صاحب نے اس کی وضاحت کی کہ: نہیں، یہ مطلب نہیں ہے، یہ تو بس ایک رمزی نام ہے، بہرحال اس پہلی دفعہ پر اختلاف ہوا، مگر کوئی زیادہ اختلاف نہیں ہوا، دوسری دفعہ آئی، اس میں یہ تھا کہ: ''جو بھی اس جماعت میں شامل ہوگا، وہ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کی ذہنی غلامی نہیں کرے گا۔'' یہ لفظ ذہنی غلامی مہمل تھا، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت کے لیے لفظ ''ذہنی غلامی'' استعمال نہیں کرنا چاہیے تھا، لیکن چلو جب یہ دوسری دفعہ پیش ہوئی تو اس پر سخت اختلاف ہوا، لوگوں نے پوچھا کہ صحابہؓ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کیا صحابہ کرامؓ کا اجماع حجت ہے، یا نہیں؟ یہ مسئلہ سب سے پہلے کھڑا ہوا، اور لمبی بحثیں ہوئیں، ان بحثوں کے بعد یہ سب اکابر اُن سے الگ ہوگئے، اور سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند کے اُس وقت کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِس جماعت کی گرفت کی، کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں اپنی پوزیشن واضح کرو، ان کا اجماع حجت ہے، یا نہیں؟ یہ دفعہ آج تک ان کے دستور میں چلی آرہی ہے، مگر آج تک انہوں نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں اپنی پوزیشن واضح نہیں کی۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم صحابہ پر کہاں تنقید کرتے ہیں؟ اکابر نے کہا کہ تم کیچڑ اچھالتے ہو، یا نہیں، تنقید کرتے ہو، یا نہیں، یہ تو بعد کی بات ہے، پہلے یہ بتاؤ کہ صحابہ کرامؓ کا اجماع حجت ہے، یا نہیں؟ آج تک انہوں نے نہ ہاں کی، نہ نا، یہی وہ معرکۃ الآراء بحث ہے کہ ''صحابہ معیارِ حق ہیں، یا نہیں؟'' اگر وہ صحابہ کو حجت مانتے ہیں تو ان کو دستور میں ایک جملہ بڑھا دینے میں کیا پریشانی تھی، مگر انہوں نے آج تک نہیں بڑھایا، اس دن سے ہمارا اور اُن کا اختلاف شروع ہوا، اور وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے نکل گئے، کیونکہ وہ جماعت، یعنی صحابہ کرامؓ کے اجماع کو حجت نہیں مانتے، لہٰذا ان کا، اور ہمارا اختلاف، صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے شروع

ہوا، ہمارا راستہ، اُن لوگوں کا راستہ ہے، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، اور اس کے سب سے پہلے مصداق، صحابہ کرامؓ ہیں، انہی کا راستہ ہم نے اختیار کیا ہے، جماعتِ اسلامی والوں نے اُن کا راستہ اختیار نہیں کیا، ایک اختلاف تو ہمارا اور اُن کا یہ ہوا، کہ وہ صحابہ کے اجماع کو حجت نہیں مانتے، اور ہم مانتے ہیں، اس لیے وہ الجماعۃ میں نہیں رہے، یہ ایک بات ہی اُن کی گمراہی کے لیے کافی ہے۔

**(۲)......دین کا ''کیلا[۱]'' حکومتِ الٰہیہ قائم کرنا ہے:**

اسلام کی تعلیمات بہت پھیلی ہوئی ہیں، سارا قرآن کریم بھرا پڑا ہے، ساری کتب احادیث بھری پڑی ہیں، ان دونوں کی تفصیلات سے ساری فقہ بھری پڑی ہے، مگر قطب الراحی بتاؤ کیا ہے؟ قطب الراحی: چکی کا کیلا، جس پر چکی کا اوپر کا پاٹ گھومتا ہے، اسلام کا قطب الراحی کیا ہے؟ نبی پاک ﷺ کے زمانے سے آج تک پوری امت یہ سمجھتی آئی ہے، کہ وہ قطب الراحی "رِضْوَان مِنَ الله" ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا۔

قرآنِ کریم میں ہے: ''**وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ، وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ، ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ.**[التوبہ] اللہ تعالیٰ نے مؤمن مردوں، اور مؤمن عورتوں سے وعدہ کیا ہے، ایسے باغات کا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے ان سے ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ستھرے گھروں کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ان سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔'' یعنی سب نعمتوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

سورۂ یونس میں ہے: ''**لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ.** جن لوگوں نے اچھے کام کیے ہیں، ان کے لیے اچھا گھر ہے، اور کچھ مزید بھی ہے۔'' جنت اور ساری نعمتیں تو مل گئیں، 'مزید' کیا ہے؟ حدیث شریف میں اس کی وضاحت آئی ہے، کہ جب سب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ جنتیوں سے خطاب فرمائیں گے، کہ میرے بندو! تمہیں جو نعمتیں میں نے عطا کی ہیں، کیا تم ان پر خوش ہو؟ سب جنتی کہیں گے، کہ پروردگارِ عالم! ہم خوش ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تمہارے لیے ایک نعمت چھپا رکھی ہے، ابھی میں نے تمہیں وہ نعمت نہیں دی، جنتی سوچیں گے کہ ساری نعمتیں تو ہمیں میسر ہیں، پھر وہ کونسی نعمت باقی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے ابھی تک نہیں دی، تو جنتی عرض کریں گے کہ پروردگارِ عالم! وہ نعمت کونسی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ نعمت یہ ہے کہ میں آج اعلان کرتا ہوں کہ تمام جنتیوں سے میں خوش ہو گیا، ایسا خوش ہونا کہ اب میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہونگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ اعلان ہوگا، تو مؤمنین کی خوشی کا کوئی

---

[۱] کیل کہتے ہیں چھوٹی کیل (میخ) کو، اور کیلا بروزن نیلا کہتے ہیں بڑی میخ کو۔ جس پر چکے کے پاٹ گھومتے ہیں۔

ٹھکانہ نہ رہے گا، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سامنے جنت کی تمام نعمتوں کو وہ ہیچ تصور کریں گے۔

معلوم ہوا کہ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، آپ نے نماز پڑھی، اور اللہ تعالیٰ راضی ہوئے تو آپ کی نماز کا فائدہ ہے، اور اگر آپ نے نماز پڑھی، اور اس میں دکھلاوا کیا، اور دنیا نے دیکھ لیا، سن لیا، مگر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوئے، تو وہ نماز، نمازی کے منہ پر ماردی جائیگی، یہی حال زکوٰۃ کا ہے، یہی حال روزہ کا ہے، یہی حال حج کا ہے، یہی حال تمام بندگیوں کا ہے، کہ اگر ہماری بندگیوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگئے، تو ہم کامیاب ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ کو خوش نہیں کرسکے، تو ہمارے لیے کامیابی نہیں۔

بہرحال پوری امت، حضور ﷺ کے زمانے سے آج تک یہ سمجھتی آرہی ہے کہ اسلام کی چکی کا کیلا جس پر تمام احکام گھوم رہے ہیں ''رِضْوَان مِن اللّٰہ'' ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے، اب مودودی صاحب آئے، انہوں نے وہ کیلا نکال دیا، اور ایک نیا کیلا فٹ کیا، وہ نیا کیلا کیا ہے؟ اقامتِ دین، یہ تو اُن کی خوبصورت تعبیر ہے، مگر اقامتِ دین کا مطلب اپنے اندر، دین قائم کرنا، یا دین پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرنا نہیں ہے، اقامتِ دین کا مطلب ہے، دنیا میں خلافتِ الٰہیہ قائم کرنا، یہ انہوں نے نیا کیلا چڑھایا، اور سارے احکام اِس پر گھمادیئے، چنانچہ اُنہوں نے کہا، یہ جو جماعت کی نماز ہے، وہ فوجی پریڈ ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والی بات گئی، نماز فوجی پریڈ بن گئی، زکوٰۃ قومی فنڈ ہے، اسی لیے وہ زکوٰۃ کو ہر کام میں استعمال کرتے ہیں، کیونکہ فنڈ تو ہر چیز میں استعمال ہوتا ہے، جیسے گورنمنٹ کا فنڈ ہر چیز میں استعمال ہوتا ہے، روزہ فوج کی بھوکے رہنے کی ریہرسل ہے، اور حج انٹرنیشنل کانفرنس ہے، یہ سب تعبیریں انہیں کی چھوٹی بڑی کتابوں میں موجود ہیں، ہر چیز میں سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی بات نکال دی، اور حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کی بات شامل کردی۔

## کیا حکومتِ الٰہیہ قائم کرنا فرض نہیں؟

ایک سوال: کیا حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا؟ بیشک دیا ہے، حکومتِ الٰہیہ قائم کرنا فرض ہے، مگر وہ اسلام کی جڑ نہیں، بلکہ وہ اسلام کے درخت کی ایک شاخ ہے، جیسے نماز احکامِ اسلام کی ایک شاخ ہے، زکوٰۃ، روزہ، حج، تلاوتِ قرآن وغیرہ بے شمار شاخیں ہیں، حدیث شریف میں ہے: **الایمانُ بِضْعٌ و سَبْعُوْن شُعْبَة** (ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں) ان شاخوں میں سے ایک شاخ حکومتِ الٰہیہ قائم کرنا بھی ہے، جہاں حالات سازگار ہوں، حکومتِ الٰہیہ قائم کی جاسکتی ہو، وہاں مسلمانوں پر فرض ہے کہ حکومتِ الٰہیہ قائم کریں، لیکن وہ دین کی بُنیاد نہیں۔

مگر مودودی صاحب نے ایک شاخ کو کاٹ کر اسلام کے درخت کی جڑ اور تنا بنادیا، اور سارے

احکامِ اسلامی اس تنے پر گھما دیئے، انہوں نے کسی کتاب میں یہ جملہ لکھا ہے، کہ وہ انبیاء جو پوری زندگی دین کی محنتیں کرتے رہے، اور دنیا میں حکومتِ الٰہیہ قائم نہ کرسکے، وہ دنیا سے اپنے مشن میں ناکام گئے، توبہ! کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے ہیں، ان میں سے کتنوں نے حکومتِ الٰہیہ قائم کی ہے؟ پانچ دس کی مثال آپ دے سکتے ہیں، باقی تو دین کی محنتیں کرتے کرتے چلے گئے، ان کے لیے حالات سازگار نہیں ہوئے، حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کے مواقع میسر نہیں آئے، تو کیا وہ انبیاء دنیا سے ناکام گئے؟؟؟ بات دراصل یہ ہے، کہ جب کیلا انہوں نے حکومتِ الٰہیہ قائم کرنا کر دیا، تو اب جو زندگی بھر محنتیں کر کے بھی حکومتِ الٰہیہ قائم نہ کرسکا، وہ تو ناکام ہی نظر آئیگا۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود مودودی صاحب بھی ناکام گئے، وہ بھی اپنی زندگی میں حکومتِ الٰہیہ قائم نہ کرسکے، حتیٰ کہ زندگی بھر عورت کی امارت کی تردید کرتے رہے، اور آخر میں فاطمہ جناح کی تائید کی، مگر اس کو جتوا نہ سکے، اور خود بھی حکومتِ الٰہیہ قائم کیے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

## حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کی فکر ہے، مگر اپنے اندر دین قائم کرنے کی فکر نہیں:

آج جماعتِ اسلامی میں جو لوگ ہیں، ان کی زندگی پر سرسری نظر ڈالیں، تو آپ پائیں گے، کہ ان کو نمازوں سے کوئی دلچسپی نہیں، روزوں سے کوئی دلچسپی نہیں، ان کا لباس اسلامی نہیں، ان کے چہرے اسلامی نہیں، البتہ صبح سے شام تک سیاسی سرگرمیوں کے لیے دوڑ دھوپ کریں گے، مگر نماز کا وقت آئے گا تو مسجد میں نظر نہیں آئیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے 'بڑے حضرت' نے اسلام کی چکی کا کیلا ہی بدل دیا ہے، حضور ﷺ کے زمانے سے آج تک پوری اُمت یہی سمجھتی آئی ہے، کہ اسلام کا کیلا **رِضْوَانٌ مِنَ اللّٰه** ہے، اگر آپ کی عبادتوں سے، آپ کے معاملات سے، آپ کی معاشرت و اخلاق سے، اللہ تعالیٰ خوش ہیں، تو آپ کامیاب ہیں، اور جہاں حالات سازگار ہوں، وہاں حکومتِ الٰہیہ قائم کرنا بھی مسلمانوں پر فرض ہے، اس کا ہمیں انکار نہیں، اسی لیے جب انہوں نے الجہاد فی الاسلام لکھی، تو ہمارے اکابر نے منہ بھر کر اس کی تعریف کی۔

پس یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھا لیجئے کہ خلافتِ الٰہیہ قائم کرنا وہاں فرض ہے، جہاں حالات سازگار ہوں، حضور ﷺ مکہ معظمہ میں تیرہ سال رہے، کوئی خلافتِ الٰہیہ قائم نہیں کی، مدینہ منورہ آنے کے بعد، جب ایک اجتماعیت اور مرکزیت حاصل ہوئی، تو پھر آہستہ آہستہ حکومت قائم ہونی شروع ہوئی، الغرض دوسری بات سمجھنے کی یہ ہے، کہ سارے مودودی لیٹریچر کا خلاصہ حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ان کے یہاں کوئی تصور نہیں۔

(۳)......تصوف چنیا بیگم ہے:

دین تین چیزوں کا نام ہے، اور تینوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، چولی کے بغیر دامن نہیں ہوسکتا، اور دامن کے بغیر چولی بے معنیٰ ہے، وہ تین چیزیں کیا ہیں؟ ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ صحابہ کرامؓ کے ایک مجمع میں تشریف فرما تھے، اور مجلس چل رہی تھی، کہ اچانک کوئی صاحب مسجد میں داخل ہوئے، نہایت اُجلے کپڑے پہنے ہوئے، بال کالے، ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ ابھی نہا کر آرہے ہیں، مجمع چیرتے ہوئے آگے بڑھے، اور حضور ﷺ کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر بیٹھے، اور سوال کرنے شروع کیے: **مَا الایمان** ؟ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چھ چیزوں کو دل سے قبول کرنے کا نام ایمان ہے، یہ باتیں ایمانِ مفصل میں لی گئی ہیں، انہوں نے دوسرا سوال کیا: **مَا الاحسَان** ؟ نکوکردن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہوئے عبادت کرو، اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہے، تو اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ بس یہ مؤمن کی زندگی کا خلاصہ ہے، اور انہی تین چیزوں کا مجموعہ دین کہلاتا ہے، اور ان کے درمیان چولی دامن کا ساتھ ہے، ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکتے، اسی ایمان کو مدرسوں میں علمِ کلام کے نام سے پڑھایا جاتا ہے، اور اسلام کو فقہ کے نام سے پڑھایا جاتا ہے، اور احسان: تصوف کا نام ہے، اور تصوف تصحیحِ نیت کا نام ہے، اور یہی احسان یا تصوف، ایمان (عقائد) اور اسلام (اعمال) کی جان ہے، اگر عقائد میں نیت صحیح نہ رہے، تو وہ نفاقِ اعتقادی ہے، اور اعمال میں نیت صحیح نہ رہے، تو وہ شرکِ خفی ہے، الغرض یہ تینوں چیزیں لازم ملزوم ہیں۔

اب مودودی صاحب آئے، انہوں نے ایمان واسلام کو تو مان لیا، مگر تصوف کے بارے میں کہا کہ یہ چنیا بیگم ہے، افیم ہے، جس چیز کو اللہ تعالیٰ کے رسول نے ایمان واسلام کے ساتھ لازم ملزوم کر کے بیان کیا ہے، اس کو جناب عالی نے چنیا بیگم قرار دیدیا، اور یہ نظریہ صرف انہی کا نہیں، غیر مقلد بھی یہی کہتے ہیں، کہ تصوف ایک بھوت ہے، جو لوگوں پر چڑھ جاتا ہے، اللہ غنی! قرآن کریم میں جس کے تذکرے ہیں، حدیثوں میں جس کے تذکرے ہیں، وہ چنیا بیگم اور بھوت قرار دیدیا گیا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ جن کو یہ غیر مقلد اور مودودی بھی بڑا مانتے ہیں، انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ میں احسان پر اتنا لمبا باب باندھا ہے، کہ اس کی شرح رحمۃ اللہ الواسعہ میں تین سو صفحات میں آئی، بہرحال اس جماعت کی تیسری گمراہی یہ ہے، کہ احسان اور تصوف کو نہیں مانتے، اس کو چنیا بیگم (افیم) قرار دیتے ہیں، بس جس چیز کا قرآن وحدیث میں اتنا صاف تذکرہ آیا ہے، اس کا اگر کوئی انکار کرے تو وہ اہلِ حق میں کیسے ہوگا؟

(۴)......دین ہم خود سمجھیں گے:

قرآن کریم میں حضور ﷺ کے بارے میں آیا ہے: وَ یُعَلِّمُهُم الكِتابَ و الحِكْمَةَ، حضور ﷺ

صحابہ کو قرآن وحدیث سکھلاتے ہیں، قرآن وحدیث کا نام ہی دین ہے، صحابہ کرامؓ نے قرآن وحدیث تابعین کو سکھایا، تابعین نے تبع تابعین کو، اسی طرح دین سیکھنے کا سلسلہ چلتے چلتے ہم تک پہنچا، مودودی صاحب نے اسلاف سے دین فہمی کا یہ سلسلہ کاٹ دیا، اور کہا کہ دین سمجھنے کیلئے اسلاف سے تعلق قائم کرنے کی ضرورت نہیں، دین ہم خود سمجھیں گے، قرآن وحدیث ہم خود سمجھیں گے، وہ 'ماڈرن اسلام' کے داعی ہیں، تیرہ سو سال سے اسلاف نے دین کو جس طریقے پر سمجھا ہے وہ اولڈ اسلام ہے، اور ماڈرن اسلام کہاں سے آئے گا؟ اس کا ایک ہی راستہ ہے، کہ قرآن وحدیث کو سمجھنے کا اسلاف سے جو طریقہ چلا آرہا ہے، ہم اسے نہ لیں، بلکہ ہم قرآن وحدیث کو خود سمجھیں، یہ سب سے بڑی گمراہی ہے، اس سے بڑی گمراہی کوئی نہیں ہوسکتی۔

میرے بھائیو! قرآن وحدیث ماڈرن ہیں، یا اولڈ؟ اولڈ ہیں، آج بھی مسلمانوں کے ایک ہاتھ میں قرآن کریم ہے، اور ایک ہاتھ میں حدیث شریف ہے، ان دونوں کے ہوتے ہوئے ماڈرن اسلام کہاں سے آئے گا؟ ہاں اگر ماڈرن قرآن لائیں، ماڈرن حدیثیں لائیں، تو ماڈرن اسلام بھی آسکتا ہے، لیکن یہ قرآن وحدیث تو چودہ سو سال پرانے ہیں، ان میں سے ماڈرن اسلام کیسے نکلے گا؟ ان میں سے ماڈرن اسلام نکالنے کی ایک ہی صورت ہے، کہ آپ قرآن کریم کی من مانی تفسیر کریں، حدیثوں کی من مانی تشریح کریں، اور ماڈرن اسلام نکال لیں، چنانچہ انہوں نے قرآن کریم کے ساتھ یہ ظلم کیا کہ اسلاف سے قرآن کریم سیکھنے کی ضرورت نہیں، چند نوجوان، چند ڈاکٹر، چند پروفیسر بیٹھ جاتے ہیں، اور جو سمجھ میں آئے، تشریح کرتے ہیں، بلکہ اب تو عورتیں بھی بیٹھ جاتی ہیں، اور بیدھڑک من مانی تفسیر کرتی ہیں۔

الغرض قرآن وحدیث کے سمجھنے کے لیے اسلاف سے جو تسلسل چلا آرہا تھا، وہ تسلسل انہوں نے کاٹ دیا، اور زمانے کے تقاضوں کے مطابق انہوں نے نئی تشریح کی، اور یوں ماڈرن اسلام نکال کر لے آئے، ماڈرن اسلام چاہیے تھا تو نیا قرآن نازل کرتے، نئی حدیثیں گڑھتے، اُن کی یہ گمراہی سب سے بڑی اور سب سے خطرناک گمراہی ہے۔

## (۵)......بالادستی عقل کو حاصل ہے، یا نقل کو؟

اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل دی ہے، اور استعمال کرنے کے لیے دی ہے، کھوپا کھانے کے لیے نہیں دی [۱]، اور اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے، اور کتابیں نازل کی ہیں، اور آخری کتاب قرآن کریم ہے، اور اس کی تبیین وتشریح حدیثیں ہیں، یہ ہے نقل، اس نقل کے بھیجنے کا مطلب ہی یہ ہے، کہ آپ

---

۱ کھوپا خشک ناریل کو کہا جاتا ہے، لیکن دِلی اور اس کے اَطراف کے محاورے میں کھوپا حقیر اور بے کار چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی محاورے کا دوسرا ورژن ہے کہ: اللہ نے عقل استعمال کے لیے دی ہے نیبو (لیموں) چاٹنے کے لیے نہیں۔۱۲

صرف عقل سے مسئلہ حل نہیں کر سکتے، آپ عقل سے کھیتی کر سکتے ہیں، بزنس کر سکتے ہیں، ایٹم بم بنا سکتے ہیں، ہوائی جہاز بنا سکتے ہیں، دنیا کے سارے کام کر سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی پسند، اور ناپسند کو عقل سے نہیں جان سکتے، جنت میں لے جانے والے اعمال کونسے ہیں؟ اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کونسے ہیں؟ آپ اس کو عقل سے طے نہیں کر سکتے، اگر عقل سے یہ مسائل طے ہو سکتے تھے، تو جیسے کھیتی سکھانے کے لیے، بزنس سکھانے کے لیے، اور صنعت سکھانے کے لیے کوئی نبی نہیں آیا، دین سکھانے کے لیے بھی کسی نبی کی ضرورت نہیں تھی، لوگ اپنی عقل سے خود ہی دین تجویز کر لیتے، مگر چونکہ یہ کام صرف عقل سے نہیں کیا جا سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عقل کے ساتھ ہمیں نقل بھی دی۔

اب بتاؤ! اس عقل و نقل میں توازن کیسے قائم کیا جائے؟ دونوں برابر تو ہو نہیں سکتے، عقل اوپر ہے اور نقل نیچے، یعنی عقل جو کہے، وہی نقل کا مطلب لیا جائے، یہ مودودیوں کا ذہن ہے، ان کے نزدیک آیت کا مطلب جو عقل کہے، بس وہی صحیح ہے، جو ان کی عقل کہے وہی حدیث کا مطلب ہے، اور چودہ سو سال سے یہ چلا آرہا ہے، کہ نقل اوپر ہے، اور عقل اس کے نیچے، اللہ تعالیٰ نے عقل، نقل کو سمجھنے کے لیے دی ہے، آپ اس عقل کی مدد سے قرآن و حدیث کو سمجھیں، مگر اس کو قرآن و حدیث پر حاکم نہ بنائیں، قرآن و حدیث کو اس روشنی میں سمجھا جائیگا، جو حضور ﷺ کے زمانہ سے چلی آرہی ہے، اگر آپ کی عقل آیت اور حدیث کا وہ مطلب سمجھتی ہے، جو مطلب حضور ﷺ اور صحابہ کے زمانہ سے چلا آرہا ہے، تو سبحان اللہ! اور اگر آپ کی عقل کوتاہ ہے، تو آپ عقل کے پیچھے نہیں چلیں گے، بلکہ نقل کی پیروی کریں گے، اور نقل کا جو مطلب چودہ سو سال سے سمجھا جا رہا ہے، اسی کو لیں گے، مودودی صاحب نے عقل کو نقل سے اوپر کر دیا، اور کہا کہ جو مطلب ہماری عقل میں آئیگا، بس وہی مطلب صحیح ہے، اسی کو ہم لیں گے، یہی مزاج ماضی میں معتزلہ کا رہا ہے، اور یہی مزاج آج مودودیوں کا ہے۔

مودودی حضرات کی یہ وہ پانچ گمراہیاں ہیں، جو میں نے مختصراً آپ حضرات کے سامنے رکھی ہیں، میں تفصیل میں نہیں گیا، کیونکہ آگے سفر درپیش ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ حق دکھائیں، اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔ وَ آخِرُ دَعْوَانا أنِ الحَمْدُ للهِ رَبِّ العَالَمین ☆☆

## دعائے صحت کی اپیل

......حضرت مولانا عبدالرحیم چاریاری مدظلہم عارضہ قلب میں مبتلا ہیں، قارئین سے اُن کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

مولانا محمد ہارون علوی [مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور]

# محسنوں کی حق تلفی سے بچیئے

ان دنوں دیکھا دیکھی عجیب روش چل پڑی تھی، جوں ہی حضرت دارالحدیث میں داخل ہوتے، موبائل آن ہوجاتے .. مسند حدیث پہ تشریف فرما ہونے تک حضرت کی بیسیوں تصاویر اور ویڈیوز وجود میں آچکی ہوتیں .. خادم خاص نے طلبہ کو منع کیا کہ آپ دامت برکاتہ کو پتہ چلے گا تو ڈانٹیں گے، شدتِ حرمت مد نظر رکھتے ہیں .. طلبہ سنی اَن سنی کردیتے .. آخر کو انہوں نے حضرت سے جا عرض کر ہی دیا .. آپ درس کے لیے تشریف لائے .. کتاب کھولی، کھنکار کر سب کو متوجہ فرمایا اور پھر فرمایا کہ: اچھا بھئی! سبق سے پہلے ایک ضروری بات سن لیں .. مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ آتے جاتے موبائل پہ میری تصاویر لے لیتے ہیں، یہ گناہ کبیرہ، اور شدید وعید پر مبنی حرام ہے .. میں اسے جائز نہیں سمجھتا، تصویر کسی بھی طرح کی ہو، حرام ہے .. اور بہت شدت کے ساتھ گرج کر مکرر فرماتے جاتے کہ تصویر کسی بھی طرح کی ہو حرام ہے .. تصویر کسی بھی طرح کی ہو حرام ہے .. پھر ایک گونہ توقف کے بعد فرمایا جس کسی کے پاس میری کوئی بھی تصویر ہو، اسے ضائع کردے .. جو میری تصویر لیتا ہے، اور جو لی گئی ہیں اسے ضائع نہیں کرتا .. وہ مجھ سے دشمنی کر رہا ہے .. اور اس جملہ کو بار بار فرمایا کہ وہ مجھ سے دوستی نہیں، تعلق دور کی بات .. وہ مجھ سے دشمنی کر رہا ہے .. دشمنی کر رہا ہے..!!

سناٹا طاری تھا .. کچھ خاموشی کے بعد معمول سے زائد سنجیدگی کے ساتھ سبق شروع ہوگیا .. بعد از درس آپس میں تذکرہ چل پڑا .. بہت سوں کو توفیق ہوئی اصلاح کی .. کچھ پھر بھی نفس کے اسیر رہے .. کوئی لاکھ سنائے کہ حدیث قدسی ہے: ''من عادى لى وليا فقد آذنته بالحرب'' اللہ کے اعلان جنگ سے ڈرنا چاہیے ..

جس کے دل پہ استاد کے بول اثر انداز نہ ہوئے، کسی اور کے کیسے ہوسکتے تھے...(وفقنا الله سبحانه وتعالى ووفقهم)

یہ صحیح بخاری شریف اور سنن ابی داود شریف کے مدرس ہمارے حضرت الاستاذ شیخ الحدیث صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ تھے..(یہ مضمون حضرت رحمہ اللہ کی حیاتِ طیبہ میں لکھا گیا تھا۔)

وقت کا پہیہ چلتا رہا .. ہم ماضی سے حال میں پہنچ گئے .. لیکن شیخ کے تقوی اور للّٰہیت کا جوائنمٹ نقش اُس وقت دل پہ ثبت ہوا تھا وہ آج بھی راہ راست دکھا رہا ہے ..

اسی لیے آج اس عظیم منکر پہ تنبیہ کرنے والی ایک توانا آواز، سلیم القلب شیخ کامل شیخ سلیم اللہ رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد یہ درد دل سوا ہوا .. جب دیکھا کہ متوسلین اور روحانی فرزندان علماء وطلبہ آپ رحمہ اللہ کے اس درد کو بہت زیادہ غفلت کے ساتھ پس پشت ڈال رہے ہیں .. حالانکہ ابھی تو مرقد کی مٹی بھی خشک نہ ہوئی ..

کون نہیں جانتا کہ ہمارے شیوخ میں فی زمانہ ایک واحد آپ رحمہ اللہ ہی تھے جو تکمیل درس بخاری شریف کے موقعہ پہ خصوصی نصائح میں بہت خصوصیت کے ساتھ اس منکر سے بچنے کی تلقین اور وعدہ لیتے تھے ...آپ رحمہ اللہ اس موقعہ پہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا واقعہ بھی ذکر فرماتے کہ ایک معتقد نے بڑے خلوص سے آپ کی تصویر دکھلائی تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اسے دس جوتے لگاو، ادب واحترام میں اس معتقد کے پس وپیش کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے اپنی تصویر کو ضائع کرنے سے قبل دس جوتے لگائے ..

کون نہیں جانتا کہ گوھر نایاب جلیل القدر ہستی حضرت ندوی اور مولانا ابوالکلام آزاد رحمہما اللہ تصویر کی شکل جدید کو جائز سمجھتے تھے .. اس سلسلہ میں علماء دیوبند ہند اور علماء ازھر مصر کے مابین ہونے والی گفت وشنید کے بعد بھی ایک عرصہ حضرت ندوی رحمہ اللہ جواز کے قائل رہے .. لیکن آخری عمر میں آپ کو شرح صدر حرمت کے قول پہ ہوا اور آپ نے جواز والے قول سے رجوع فرمالیا، اسی طرح مولانا آزاد نے بھی جواز والے قول سے رجوع فرمانے کے بعد باقاعدہ اعلان عام فرمایا کہ الھلال میں اور اس کے علاوہ بھی جہاں کہیں ان کی طرف سے اپنی یا کوئی بھی تصویر جاری ہوئی ہو، ضائع کردی جائے .. وہ آئندہ کے لیے اس سے بری ہیں ..

لیکن! اب صورتحال یہ ہے کہ مشائخ کے اس عمل کا نہ صرف تذکرہ نہیں کیا جاتا بلکہ مجالس ومحافل کی تصویر کشی ہو یا حمد ونعت، بیانات اور ترانوں، نظموں کی ویڈیوگرافی ہو ..

نت نئی جہات سے محسنوں کی ایذارسانی جاری رہتی ہے .. خواہ حضرت ندوی اور مولانا آزاد کی مانند رجوع کرنے والے مشائخ ہوں یا ہمیشہ سے تادم آخر تصویر سازی کی ہر شکل کو حرام شمار کرنے والے مشائخ علماء اور اکابر امت مثل امام قاسم نانوتوی، حکیم الامت تھانوی، امام الاولیاء احمد علی لاہوری، حضرت ادریس کاندھلوی، شیخ موسی روحانی بازی، مولانا سلیم اللہ خان رحمہم اللہ، ان سب کا بار احسان ہم سے مقتضی

ہے کہ ہم انہیں اذیت پہنچانے سے بچیں، ان کی دشمنی پالنے سے نہ صرف خود ڈریں بلکہ ان کی ایذا رسانی میں مبتلا اپنے تعلق والوں کے ساتھ بھی ہمدردی کریں اور انہیں تلقین اور یاددہانی کرواتے رہیں..

باہم اس نکتہ کی عام تذکیر ہو کہ بالفرض اگر کوئی اپنے تئیں تصویر کی شکل جدید یعنی ڈیجیٹل کو جائز بھی گردانتا ہو، بہرحال از روئے شرع اسے اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی بھی ایسے مسلمان جسے اس جواز پہ شرح صدر نہیں، کی تصویر کشی یا ویڈیو گرافی کا مرتکب ہو ..

بلکہ دلداری اور احسان مندی کے ساتھ ساتھ دینی فریضہ تو یہ ہے کہ وہ ان کے جذبات و احساسات کا خیال رکھے .. اور ان کی دل آزاری، ناقدری، ایذا رسانی، حق تلفی، خصاصا علماء و مشائخ کی عداوت مول لینے جیسے تمام کبائر گناہوں سے خود بھی بچے..

بر سبیل تذکرہ ایک قیمتی بات اور بھی یاد آ گئی، آپ بھی استفادہ فرما لیجیے..

جب زمانہ طالب علمی میں موجودہ مالیاتی نظام کی اسلامکاری پہ مباحث سے شناسائی ہوئی تو ایک روز شیخ المشائخ جامع المعقول والمنقول حضرت الاستاذ مولانا محمد یعقوب خان صاحب مدظلہ العالی استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور سے سوال عرض کیا کہ استاد جی! یہ اسلامی بینک کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ درست ہے کہ نہیں؟

آپ نے نہ ہاں فرمائی اور نہ ہی نہ، بلکہ ایک عجیب جملہ فرمایا۔

فرمایا کہ ''مردا! الحلال بیّن و الحرام بیّن، یعنی حلال بھی واضح اور حرام بھی ظاہر ہے درمیان میں مشتبہ۔

پھر اپنے مخصوص انداز میں صغری، کبری ملا کر فرمایا کہ مردا! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مشتبہ میں پڑا وہ حرام میں جا پڑے گا..

بس اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا ..

ایک دوسرے موقعہ پہ بھی یوں ہی فرمایا تھا، جس سے احساس ہوا کہ حضرت شیخ مدظلہ کو ہمیشہ پیش نظر رہتی یہ روایت ..

بے شک ہماری جامعہ تشریف لا کر کسی ایسے ہی مسئلہ پہ دوبارہ پوچھ لیجیے..

(یہ تحریر جنوری دو ہزار سترہ کے وسط میں لکھی گئی تھی، حضرت والا اس وقت حیات تھے، اب رب تعالی کے جوار رحمت میں منتقل ہو چکے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ)

سننے کی دیر تھی کہ ایک نئے ڈھنگ کا یہ جواب و نصیحت بھی دل میں پیوست ہو گئی!

بس پھر تو انفرادی اور اجتماعی امور میں مختلف مواقع پہ اس قول کی عالمگیر صداقت کا مشاہدہ ہوا ..

یقین جانیے ! اب تو اکثر اوقات مذہبی جماعتوں اور اداروں کا تعامل دیکھ کر بس کڑھن ہی کڑھن کا سامنا ہوتا کہ اکثر دینی، مذہبی جماعتیں، ادارے اپنے پروگرامز، دفاتر میں پرنٹ تصویر کو بھی بے جھجک استعمال کر رہے ہیں اور کوئی روک ٹوک والا نامی وجود نہیں دکھتا .. اناللہ وانا الیہ راجعون

ہمارے ایسے کچھ کہہ سکنے سے ڈرتے کہ اندیشہ طوفاں !!

پر کیا کیجیے اللہ کی مقدس دیں کی عظمت کا خیال خاموش رہنے کو بھی پسند نہیں کرتا، سوچا ہے کہ آج کچھ کھل کر باادب انداز میں درد دل کہہ ہی لیں.... خود کو تذکیر ہو جائے گی....

اور اپنے ہم نفوس کو اپنا ہی وجود جانتے ہوئے دراصل خود کی ہی ناخدائی کا ساماں بھی !

کانپتا ہے دِل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تُو، بحر تُو، کشتی بھی تُو ساحل بھی تُو

اللہ پاک ہم سب کو اپنے فرائض اور اہل ایمان کے حقوق کی ادائی میں ہمہ قسم غفلت سے محفوظ فرمائیں نیز دین مقدس کی عظمت وقدردانی ہمارے قلوب میں پیوست فرمائیں۔آمین یارب العالمین ☆

اثر جونپوری

## تا قیامت لہلہائے گا چمن زارِ حسین (رضی اللہ عنہ)

جان بھی قربان، میرا دل بھی بیمارِ حسینؓ
میں زہے قسمت ہوں خاکِ پائے دربارِ حسینؓ

اہلِ حق کے واسطے وہ پھول کی مانند تھے
اہلِ باطل کے لیے قاتل تھی تلوارِ حسینؓ

سر جھکانے سے گریزاں، سر کٹانے پر مصر
دے رہے ہیں اہلِ دل انجام اب کارِ حسینؓ

جو حسینی ہیں وہ اس سنت کو بھی زندہ کریں
تھی مزین ریشِ نورانی سے رخسارِ حسینؓ

اکتفا گفتار پر کرتے ہیں اکثر عاشقیں
آج اپنا تا نہیں ہے کوئی کردارِ حسینؓ

خوں گرا جوں ہی زمیں پر آپ پہنچے خلد میں
کیا کہوں کتنی سبک ہے دوست! رفتارِ حسینؓ

ہاں صحابہؓ سب کے سب آپس میں تھے شیر وشکر
بوبکرؓ فاروقؓ اور عثمانؓ سب یارِ حسینؓ

آپ کا دشمن نبی ﷺ کا دوست ہو سکتا نہیں
درحقیقت حق سے ہے بیزار بیزارِ حسینؓ

جان دینا دین پر دستور دیوانوں کا ہے
دے رہی ہے درس یہ دنیا کو دستارِ حسینؓ

ہوں گے خاکستر یقیناً خار زارِ ظلم و جبر
تا قیامت لہلہائے گا چمن زارِ حسینؓ

مولانا ظفر اقبال، کراچی

# مولانا الطاف الرحمٰن رحمہ اللہ

## دیرینہ دوست اور خاموش استاذ

صدیق محترم حضرت مولانا الطاف الرحمٰن بھی مرحوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اِس عاجز کا اُن سے تعلق کم وبیش پندرہ سولہ سال پر محیط ہے۔ مولانا موصوف جیسا کہ معلوم ہے پاکستان کے دینی مدارس میں سب سے مرکزی مدرسے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی لائبریری ’’مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی‘‘ کے لائبریرین تھے۔ یہاں متنوع علوم وفنون کی کتابوں کا ایک بڑا عمدہ ذخیرہ محفوظ ہے۔ یہ کتب خانہ فی الحقیقت حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے حسنِ انتخاب کا شاہ کار ہے۔ یہ وہ پہلی لائبریری تھی جہاں سے اس عاجز کی ٹوٹی پھوٹی مطالعاتی زندگی کی ابتدا ہوئی ہے۔ اِس عاجز کا یوں تو بنوری ٹاؤن سے دیگر نسبتوں سے بھی والہانہ اور عاشقانہ تعلق رہا ہے۔ ان میں سب سے پہلا تعلق مرشدِ اول شہید حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے توسط سے قائم ہوا، دوسرے تعلق کا ذریعہ اس عاجز کے استاذ ومربی حضرت مولانا فصیح احمد زید مجدہم (داماد شہید مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار رحمہ اللہ) بنے، جو اسی جامعہ کے ایک روحانی فرزند ہیں۔ تیسرے حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ سے ربط وتعلق کی ابتدا بھی بنوری ٹاؤن ہی کی مرہونِ منت ہے، لیکن جامعہ کے مستقل وابستگان میں سب سے قوی اور بے تکلف تعلق مولانا الطاف الرحمٰن ہی سے رہا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں پہلی بار استاذ محترم حضرت مولانا فصیح احمد زید مجدہم کے حوالے سے مولانا الطاف الرحمٰن سے ’’مجلسِ دعوت وتحقیق اسلامی‘‘ میں ملا تھا تو مولانا مرحوم بہت ہی شفقت سے پیش آئے اور قواعد وضوابط کی پاسداری کی شرائط کے ساتھ لائبریری سے مکمل استفادے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس زمانے میں ایک کتاب کی تصنیف کے سلسلے میں تقریباً روزانہ ہی حاضری ہوتی تھی۔ چند ہی دنوں میں مولانا موصوف کی سادہ مزاجی، بے تکلف طبیعت اور بذلہ سنج مذاق نے آگے بڑھ کر دوستی کی صورت پیدا کر دی تھی۔ لائبریری کے اوقات یوں تو صبح آٹھ سے شام ساڑھے چار بجے تک تھے، لیکن بارہ سے تین بجے تک ظہر کی نماز اور کھانے وغیرہ کے وقفے کے لیے لائبریری بند رہتی تھی۔ میرے لیے مشکل یہ تھی کہ درمیان کے یہ ڈھائی گھنٹے کہاں گزارے جائیں؟! گھر کافی دور تھا، واپس جا کر دوبارہ آنا ممکن نہیں تھا۔ اپنا حال یہ تھا

کہ اس زمانے میں مطالعے کا جنون سوار تھا، اس لیے ظہر کی نماز تک کا وقت میں کبھی مسجد میں اور کبھی بادلِ نخواستہ آس پاس کے ہوٹلوں میں بیٹھ کر گزارا کرتا تھا۔ ایک دن مولانا الطاف الرحمٰن نے مجھ سے دریافت فرمایا، لائبریری بند ہونے کے بعد آپ دوبارہ لائبریری کھلنے تک کا وقت کہاں گزارتے ہیں؟ میں نے ٹالنے کی کوشش کی، لیکن مولانا نے بہ اصرار پوچھا، تو میں نے عرض کیا کہ: یہیں جامعہ کے آس پاس گھوم پھر کر۔ پھر پوچھا: کھانا کہاں کھاتے ہیں؟ میں نے کہا: شام کو گھر جا کر کھاتا ہوں۔ یہ سن کر ایک طرف مولانا کو میری بڑی قدر ہوئی، لیکن دوسری جانب وہ ناشاد بھی ہوئے۔ مولانا موصوف ان دنوں جامع مسجد عمر فاروق، گلشن اقبال، بلاک گیارہ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مجھ سے فرمانے لگے کہ: میں بارہ بجے یہاں سے گھر جاتا ہوں، جو میرے لیے بھی بہر حال ایک مجاہدہ ہے، لیکن جانا ناگزیر اس لیے ہے کہ وہاں ظہر کی نماز پڑھانی ہوتی ہے، سہولت یہ ہے کہ بندہ کے پاس موٹر سائیکل ہے، اس لیے جلدی پہنچ جاتا ہوں۔ آپ جب بھی مجلس تشریف لائیں، تو بارہ بجے میرے ساتھ میرے گھر چلیں، ظہر کی نماز میرے ہمراہ ادا فرمائیں، ماحضر میرے ساتھ تناول فرمائیں، تھوڑی دیر قیلولہ فرمائیں، اس کے بعد میرے ساتھ ہی دوبارہ مجلس تشریف لے آئیں، شام تک مطالعہ کریں، واپسی پر میں آپ کو آپ کی مطلوبہ بس کے پاس اُتار دوں گا، جہاں سے آپ بہ آسانی اپنے گھر پہنچ جائیں گے۔ مولانا کے انداز میں ایک طرف دوستانہ اپنائیت تھی تو دوسری جانب بزرگانہ تحکُّمیت۔ عاجز کے پاس تعمیل کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ یوں میرا اور مولانا کا ساتھ مستقل ہوگیا۔ اس زمانے میں مجلس میں آنا جانا بہت کثرت سے ہوا کرتا، اس لیے نہ صرف مولانا سے طویل نشستیں رہیں، بلکہ اُنہیں بہت قریب سے دیکھنے کا بھی موقع ملا۔

مولانا الطاف الرحمٰن کے مزاج میں سادگی، مزاح اور بھولپن غالب تھا۔ وہ خود اپنی سادہ مزاجی کے واقعات بہت شوق سے سنایا کرتے تھے۔ ایک بار باتوں باتوں میں ہنستے ہوئے فرمانے لگے کہ: جب میں پہلی مرتبہ گاؤں سے بنوری ٹاؤن آیا تو سبیل والی مسجد سے رکشہ لے کر جامعہ پہنچا تھا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا: وہ کیوں؟ وہاں سے تو جامعہ بہ آسانی پیدل پہنچا جاسکتا ہے، فرمایا: ٹریفک اتنی زیادہ تھی کہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ روڈ کیسے پار کروں؟! یہ سنتے ہی ہم دونوں خوب ہنسے۔

یہ میرے دینی شعور کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا، اس لیے میں جو کچھ بھی مطالعہ کرتا اُسے ضرور مولانا کے گوش گزار کرتا یا جو کچھ بھی کج مج سا لکھتا اُسے اصلاح کے لیے مولانا کی خدمت میں پیش کرتا۔ مولانا نہایت خندہ پیشانی اور فراخ قلبی سے ایک نوآموز طالب العلم کی گزارشات سنتے، تحریر ملاحظہ فرماتے، درست اُمور کی کھل کر تائید اور غلطیوں کی نہایت دوستانہ اور مشفقانہ انداز میں اصلاح فرماتے۔ اس زمانے

میں اس عاجز نے دفاع صحابہ کرامؓ کے موضوع پر اپنا حاصل مطالعہ دو رجسٹروں میں محفوظ کر رکھا تھا، اسے میری درخواست پر مولانا الطاف الرحمٰنؒ نے نہ صرف لفظ بہ لفظ ملاحظہ فرمایا، بلکہ میری بچگانہ تحریر کو جگہ جگہ قلم لگا کر سنجیدہ بھی بنایا، رفتہ رفتہ قربت اور دوستی بڑھتی رہی، اب گفتگو اور بات چیت میں بے تکلفی کے ساتھ ہلکا پھلکا طنز و مزاح بھی ہونے لگا، لیکن حدود و آداب کی رعایت کے ساتھ۔ ان ہی ایام میں ہم کبھی کبھی دوپہر کو چھٹی کے اوقات میں برنس روڈ چلے جاتے اور وہاں بہت تھوڑی تھوڑی مقدار میں انواع و اقسام کی چیزیں مثلاً گول گپے، دہی بڑے، حلیم اور ربڑی وغیرہ کھاتے۔ پوری کوشش کے باوجود مولانا ہمیشہ ضیافت میں بہ اصرار پیش پیش رہے اور کبھی ایک روپیہ بھی مجھے ادا کرنے نہیں دیا۔ انتقال سے کچھ عرصہ قبل جب وہ شدید علیل تھے، ان ایام کو یاد کرتے ہوئے انہوں نے مجھے یہ صوتی پیغام ارسال فرمایا تھا:

''مجھے تو بس ایک ہی چیز یاد رہتی ہے، جب عہدِ جنوں میں تھے، جب ہم جواں تھے اور برنس روڈ جایا کرتے تھے۔ مجھے تو بس وہ رعنائیاں، وہ خوشبوئیں اور وہ ذائقے نہیں بھولتے۔ آپ کی رفاقت میں مجھے البتہ یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ میری اچھی جان بن گئی تھی:

ہاں! دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام! تو''

جب میں مولانا مرحوم کی زندگی اور اوصاف کا جائزہ لیتا ہوں تو بلاشبہ وہ دیگر مولویانہ فضائل کے علاوہ بعض ایسے کمالات کے بھی حامل تھے جن کے باعث وہ اپنے معاصرین سے ممتاز تھے۔ مندرجہ ذیل اوصاف اس عاجز کی نظر میں قابلِ ذکر ہیں:

۱:......میں نے اپنے تعلق کے ابتدائی زمانے ہی سے انہیں مختلف بیماریوں میں گھرا پایا۔ تن و توش کے لحاظ سے بظاہر وہ صحت مند نظر آتے اور اپنی بیماری کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے، لیکن اندر سے وہ شدید تکلیف میں ہوتے تھے۔ میں شروع کے دو تین سالوں میں دیکھتا تھا کہ وہ جوڑوں کے شدید درد میں مبتلا تھے، واقعتاً ان کا جوڑ جوڑ اور انگ انگ اذیت کا شکار تھا، کیفیت یہ تھی کہ پاؤں موڑ کر دوبارہ سیدھا کرنا یا مٹھی بند کر کے کھولنا ان کے لیے ایک مستقل مجاہدہ تھا۔ کافی علاج معالجے کے بعد یہ مرض ٹھیک ہوگیا تھا۔ اسی طرح آخری زمانے میں جن بیماریوں اور تنگی حالات کا شکار رہنے کے باوجود وہ جیسے راضی بہ رضا اور صابر و شاکر رہے، یہ کم سے کم اس ناکارہ کے لیے ایک مستقل درس ہے۔

۲:......اپنے اکابر اور بزرگوں سے والہانہ اور عاشقانہ تعلق رکھتے تھے، ان کے حالات، کمالات اور فضائل سن یا پڑھ کر بے اختیار رو پڑتے تھے اور بہ تکرار فرماتے تھے:

''خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را''

اور پھر اس کے ساتھ ہی درود شریف وردِ زبان ہو جاتا تھا۔

۳:......انہیں نت نئی ایجادات اور ان کے تکنیکی خواص کو جاننے کی بڑی جستجو رہتی تھی۔ اُس زمانے میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور موبائل اتنا ارزاں نہیں ہوا تھا اور نہ ہی ہماری علمی اور کاروباری زندگی کا جزو لازم بنا تھا۔ میں نے اس زمانے میں مولانا الطاف الرحمٰن کو کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور موبائل کی ماہیت اور خصوصیات سے متعلق کتابیں پڑھتے دیکھا ہے۔ مولانا انگریزی نہیں جانتے تھے، اس لیے انہوں نے بہت تلاش کر کے کمپیوٹر اور موبائل، اس کی ماہیت اور اس کے مختلف پروگراموں کی حقیقت کے حوالے سے اردو زبان میں کئی کتابیں جمع کر رکھی تھیں اور وہ ان کتابوں کے مستقل قاری تھے۔ اسی طرح جدید دور میں زراعت کے میدان میں جو ترقیاں ہوئی ہیں ان کا بھی وہ توجہ سے مطالعہ کرتے تھے۔ اس زمانے میں ایک صاحب نے اپنے خطبات میں اپنے یہاں ہونے والی زراعت خصوصاً ٹماٹر سے متعلق چند جدید تجربات کا ذکر کیا تھا، مولانا الطاف الرحمٰن نہایت دل چسپی سے ان مباحث کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔

۴:......شاعری کے مطالعے کا بھی عمدہ ذوق تھا۔ فارسی شعراء میں حافظ اور اردو میں مرزا غالب ان کے پسندیدہ شاعر تھے۔ غالب کی بعض غزلیں تو بہت مزے لے کر سنایا کرتے تھے۔ ان کے چند پسندیدہ اشعار دیکھیے:

جہاں ترا نقش قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں
ترے سرو قامت سے اِک قدِ آدم
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں

اور اسی غزل کا یہ شعر تو بہت زیادہ سنایا کرتے تھے:

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

اسی طرح:

رکھیو غالب! مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

۵:......حضرت مرحوم نے، میرے علم کی حد تک، اگرچہ کوئی تحریر یادگار نہیں چھوڑی، لیکن ان کی

قربت اور ابتدائی ایام میں اپنی تحریروں پر اصلاح لینے کی وجہ سے اندازہ ہے کہ اگر وہ لکھتے تو اس وقت کے عمدہ لکھنے والوں میں ان کا شمار ہوتا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ان کے پسندیدہ مصنف تھے اور میں نے انہیں مولانا ندوی کی کتاب ''پرانے چراغ'' بارہا پورے ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ کرتے پایا ہے، بلکہ انہوں نے اپنے نسخے پر پسندیدہ مقامات نشان زد بھی کر رکھے تھے۔ راقم نے بارہا ان سے اصرار کیا تھا کہ مجلس میں نشست افروز کئی اکابر کے احوال وکمالات کا آپ نے طویل عرصے تک بچشم خود مشاہدہ کیا ہے، ان بزرگوں میں مولانا عبدالرشید نعمانیؒ، مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ ایسے اکابر شامل ہیں، آپ کم سے کم ان ہی سے متعلق اپنی یادداشتیں اور مشاہدات قلم بند فرما دیجیے۔ ہر بار طرح دے جاتے تھے، فرماتے: ''قبلہ علامہ صاحب! (اس عاجز کو ازراہِ محبت وتفنن اسی لقب سے پکارا کرتے تھے) ہم کیا اور ہمارا مشاہدہ کیا، ہمیں کون پڑھے گا؟'' میرے مسلسل اصرار پر ایک دفعہ لکھنے پر راضی تو ہو گئے تھے، لیکن مختلف عوارض بالخصوص صحت کے مسائل نے اُنہیں اس کا موقع فراہم نہیں کیا، وہ ایک بڑی لائبریری کے عرصے سے لائبریرین تھے۔ دینی اُمور کی مختلف جہات پر کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ان کے سامنے ہمہ وقت موجود تھا۔ وہ خود صاحبِ ذوق اور مطالعے کے خوگر تھے، اسی لیے بعض منتخب کتابوں کو ان کی افادیت کے پیش نظر اردو میں منتقل کرنا چاہتے تھے، لیکن غالباً ان کے وہ منصوبے بھی نادرستیِ صحت اور تنگیِ حالات کی نظر ہو گئے اور پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ ان میں ایک کتاب کے ترجمے پر جاری کام کا مسودہ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے دکھایا تھا، یہ مرحوم علامہ زاہد الکوثریؒ کی کتاب ''**حسن التقاضی فی سیرۃ الإمام أبی یوسف القاضی**'' کا اردو ترجمہ تھا۔

جس طرح یہ عاجز ان سے بعض تحریرات کا متمنی تھا، اسی طرح وہ بھی مجھ سے بعض چیزیں لکھوانا چاہتے تھے۔ ان میں سے دو کاموں پر ان کا بہت اصرار تھا: ایک تو یہ کہ میں حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی قدس سرہٗ کی کتاب ''خلفاے راشدینؓ'' کو انگریزی میں منتقل کر دوں۔ دوسرے یہ کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ: بریلوی حضرات کی کتابوں میں ایک ہی عقیدے یا مسئلے پر متضاد بیانات بہت پائے جاتے ہیں، مثلاً: علم غیب، حاضر وناظر، نور و بشر اور مختارِ کل کی ابحاث سے لے کر عباراتِ اکابر تک ہر مسئلے میں ان کے مواقف ایک سے زائد ہیں۔ مولانا موصوف کو یہ حسن ظن تھا کہ راقم بریلوی علماء ومشائخ کی کتابوں پر وسیع نظر رکھتا ہے، لہٰذا بریلوی کتابوں میں سے علمائے اہل سنت دیوبند کے عقائد ومسائل اور متنازعہ فیہ عبارات کے موافق وہ تمام تحریریں دو کالمی ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دیے جائیں، جن میں حوالہ جات کے پورے اہتمام کے ساتھ ایک طرف اہل سنت و جماعت دیوبند کی عبارات ہوں اور دوسری طرف اسی کی تائید وتوثیق کرتی ہوئی بریلوی حضرات کی عبارات۔ اس مجموعے کا نام ''اعترافاتِ بریلویت'' رکھا جائے۔ افسوس کہ حضرت

مرحوم کے مفوضہ یہ دونوں منصوبے دیگر تحریری مصروفیات اور موانع کے باعث تا حال شروع نہیں کیے جا سکے، لیکن یہ دونوں منصوبے میرے تحریری کاموں کی فہرست میں شامل اور ان شاء اللہ! مکمل ہو کر حضرت مولانا مرحوم کے لیے صدقۂ جاریہ بنیں گے۔

ادھر دو تین سالوں میں ہماری ملاقاتوں میں وہ پہلا سا تسلسل قائم نہیں رہ سکا۔ اس میں یقیناً اس عاجز ہی کی کوتاہی کا دخل ہے، لیکن فون پر مستقل رابطہ رہا۔ ہر بار ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی محبت بھرا پیغام اس عاجز کو نہال کر دیتا۔

مولانا الطاف الرحمٰن کو اس عاجز کے اپنے بعض بزرگوں بالخصوص مولائی و مرشدی حضرت والا سلیم اللہ خانؒ سے عاشقانہ تعلق کا اندازہ تھا۔ ابتدائی ایام میں مولانا سے میں گھنٹوں حضرت والا قدس سرہٗ سے متعلق گفتگو کیا کرتا تھا۔ حضرت والا قدس سرہٗ کی حیاتِ مستعار کے آخری چند سالوں میں جب اس عاجز کا وہاں مستقلاً حاضری کا سلسلہ شروع ہوا اور گویا برسوں کی دیرینہ آرزو برآئی۔ یہ خبر جب مولانا الطاف الرحمٰن کے علم آئی تو انہوں نے دعائیہ اور تہنیتی پیغام بھیجتے ہوئے ایک صوتی پیغام ارسال فرمایا، اس میں جہاں اس عاجز کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار تھا، وہیں خود پر درپیش حالات کا بھی ایک مکمل بیان تھا۔ ملاحظہ کیجیے:

''اللہ تعالیٰ آپ کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے۔ دنیا وآخرت میں آپ کو بہت ہی عزت و اعزاز عطا فرمائے۔ جب انسان نشیب وفراز کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے؟! اس وقت دعاؤں کا محتاج ہوں۔ دس بارہ دن سے طبیعت بھی اچھی خاصی خراب ہے، اس حوالے سے بھی خصوصی توجہات والی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ باقی معاملات بھی کافی نشیب وفراز کا شکار ہیں، اس حوالے سے بھی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرمائے، بہت سارے بحرانوں کا شکار ہو گیا ہوں۔ کسی دن ملاقات کا شرف بخشیں تو پھر، ان شاء اللہ! اس کی تفصیل بھی عرض کروں گا کہ چلو بندہ دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیاں دے، آپ کے علم وعمل میں اور برکات عطا فرمائے۔ بزرگوں کی نسبت کا رنگ اور گہرا، رچتا، بستا ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے، آمین''

حضرت والا سلیم اللہ خان قدس سرہٗ کے یہاں مختلف النوع امور کی مصروفیات کے باعث کہیں جانا آنا بالکل موقوف ہو گیا تھا، اسی سبب سے مولانا الطاف الرحمٰن سے بھی اس دوران سوائے ایک نہایت مختصر سی سلام دعا کے بالکل ملاقات نہ ہو سکی۔ راقم ایک ضروری کام کے سلسلے میں حضرت مولانا عبدالحلیم چشتی دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اسی وقت مختصر سی ملاقات ہوئی تھی۔ مولانا مرحوم نہایت گرم جوشی اور محبت کے ساتھ ملے تھے۔ کسے خبر تھی کہ یہ مختصر سی ملاقات آخری ملاقات بن جائے گی۔ اس کے بعد فون پر رابطہ

رہا، جس میں بھی ابتدا اکثر مولانا مرحوم ہی کی طرف سے رہی۔ از خود میں رابطہ اس وقت کر سکا جب مجھے شہید مولانا محمد امین اورکزئیؒ پر ایک مقالے کی تحریر کے دوران مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے مجموعۂ خطوط ''مکتوبات صدی'' میں سے بعض خطوط کا فارسی متن درکار تھا۔ ان مکتوبات کا مطالعہ میں اپنی مجلس حاضری کے ابتدائی دور میں کر چکا تھا۔ میں نے مولانا مرحوم سے عرض کیا، تو انہوں نے فرمایا: آپ مطلوبہ مکتوبات کے نمبرات مجھے بتا دیں، میں موبائل سے ان مقامات کی تصاویر لے کر آپ کو بھیج دوں گا۔ یہ حضرت مرحوم کی طرف سے اپنے خرد کی آخری علمی معاونت تھی۔

علالت کے آخری ایک دو ماہ میں ہمارا فون پر رابطہ رہا۔ مولانا موصوف کی علالت سے دل کافی پریشان تھا۔ وہ باہمت آدمی تھے، فرماتے تھے: علاج مستقل جاری ہے اور کچھ فرق بھی محسوس ہو رہا ہے۔ یہ بات سن کر کچھ اطمینان سا بھی ہو گیا تھا۔ اس بات کا دور دور تک گمان نہیں تھا کہ یہ بیماری ان کی زندگی کے اختتام کا سبب بن جائے گی۔ یہ عاجز گزشتہ ماہ سلطان المتکلمین مخدومی وسیدی حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود دامت برکاتہم کی پاکستان آمد کے بعد زیارت اور کچھ وقت ان کی خدمت میں گزارنے کی غرض سے لاہور میں مقیم تھا۔ ایک دن آدھی رات کو اچانک موبائل پر اطلاع ملی کہ مولانا الطاف الرحمٰن اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ **إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون**. دل مسوس ہو کر رہ گیا اور چاہ کر بھی جنازے میں شریک نہ ہو سکا۔ انتقال کے دن سے آج تک مولانا مرحوم کا ہنستا مسکراتا چہرہ اور ان کی رفاقت اور ہم نشینی میں بیتے ہوئے ایام ذہن میں گھوم رہے ہیں اور ان کا سنایا ہوا یہ شعر عہد رفتہ کی یاد تازہ کر رہا ہے: ؎

ہاں! دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام! تو

لیکن ظاہر ہے گردشِ ایام کے لوٹنے کی تمنا عبث ہے۔ ؎

ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہے راہ
دنیا سے گزرنا بھی سفر ایسا ہے کہاں کا

مؤرخہ ۵/مئی بروز ہفتہ رات تقریباً پونے ۹/بجے احقر کا چھوٹا بیٹا عزیزم احمد زہیر ۶/ماہ کی عمر میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون...... جملہ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ پاک اُسے ہمارے لیے فَرط، اَجر، ذُخر، شافع اور مشفع بنائے۔ اس کا نعم البدل نصیب فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین......حمزہ احسانی

مولانا مجیب الرحمٰن مدظلہ، ڈیرہ اسماعیل خان

# سورۃ الفیل اور امین احسن اصلاحی اور اُن کے شاگرد غامدی کی من گھڑت تفسیر

**نحمده ونصلی علی رسوله الكريم. امابعد!**

سورہ فیل کی ایک تفسیر وہ ہے جو تمام مفسرین نے کی متقدمین ہوں یا متاخرین، کسی صدی کے کسی مفسر نے اُس سے کبھی اختلاف نہیں کیا، غامدی صاحب کے امام امین احسن اصلاحی صاحب نے بھی ایک تفسیر کی، اُن کی تفسیر سب مفسرین سے ہٹ کر ہے، اُس تفسیر کے کچھ حصہ کا خلاصہ غامدی صاحب کے الفاظ میں یہ ہے:

''اہل مکہ اس موقع پر بے شک پہاڑوں میں چلے گئے تھے لیکن انہوں نے یہ اقدام مدافعت سے دست برداری کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ابرہہ کی عظیم فوج کے مقابل میں دفاع کی یہی ایک شکل تھی جو وہ اختیار کر سکتے تھے، چنانچہ حملہ آور فوج جب منی کے قریب پہنچی تو انہوں نے پہاڑوں کی اوٹ سے سنگ باری کر کے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی، اور اللہ تعالی نے ان کی اس جدوجہد کے صلہ میں تیز و تند ہوا کے طوفان سے ابرہہ کی فوج کو اس طرح پامال کر دیا کہ وادی محسر میں گوشت خور پرندے ان کی نعش نوچتے اور کھاتے رہے، اپنے اس نقطہ نظر کے مطابق سورہ کا ترجمہ انہوں نے اس طرح کیا ہے۔

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے خداوند نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا، کیا ان کی چال بالکل برباد نہ کر دی، اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ چڑیاں نہ بھیجیں، تم ان کو مارتے تھے سنگ گل کے قسم کے پتھروں سے بالآخر ان کو اللہ تعالی نے کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔'' [البرہان: ۳۲۳]

غامدی صاحب کی تفسیر البیان میں یہ ذکر ہے کہ یہی تفسیر غامدی صاحب کے دوسرے امام حمید الدین فراہی نے بھی کی ہے۔

اس تفسیر پر کئی اشکالات یا سوالات کھڑے ہوتے ہیں، جن کا صحیح جواب دیئے بغیر کسی سمجھدار کو خاموش نہیں کرایا جا سکتا۔

واقعہ اصحاب فیل بیان اور نقل کرنے والے جتنے مفسّر، محقق، مؤرخ ہیں کسی ایک نے بھی واقعہ اِس

انداز سے بیان نہیں کیا، واقعہ کی یہ نوعیت خانہ زاد ہے، جب کہ کوئی واقعہ اپنے پیٹ سے اور ذہنی اختراع سے گھڑ کر بیان نہیں کیا جاسکتا، اور اگر کیا جائے گا تو وہ افسانہ بلکہ خرافات تو کہلا سکتا ہے واقعہ نہیں کہلا سکتا، واقعہ وہ ہے جس کا خارج میں وقوع ہوا ہو، اور جس کا خارج میں وقوع نہ ہو اور ذہن میں وقوع گھڑا گیا ہو اُس کو واقعہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا، سارے غامدی گروپ کو چیلنج دیا جا سکتا ہے کہ اِس واقعہ کی یہ نوعیت کسی کتاب میں لکھی دکھا دیں؟

اس قسم سوال کے جواب میں غامدی صاحب کہتے ہیں:

''مولانا کی اِس تفسیر کا ماٗخذ خود قرآن مجید ہے۔'' [البرہان: ۳۲۸]

وہ کیسے؟ کیا قرآن مجید میں واقعہ اصحاب فیل اِس سورت کے علاوہ بھی کسی جگہ بیان ہوا ہے؟ یا اِسی سورت میں کونسے لفظ ہیں جو واقعہ کی یہ صورت بتاتے ہیں؟

غامدی صاحب کہتے ہیں:

''استاد امام جب **ترمیهم** میں ضمیر کا مرجع قریش کو بتاتے ہیں تو ان کا سارا مقدمہ خود قرآن کی نص سے ثابت ہو جاتا ہے۔'' [۳۲۹]

جی جناب! پہلے یہی بات تو ثابت ہو کہ **ترمی** واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے، اور اِس میں **اَنْتَ** ضمیر پوشیدہ ہے جس کے مخاطب قریش ہیں، یہ نص سے ثابت ہونی چاہیے، تو وہ کونسی نص ہے جس کو آپ قرآن سے تعبیر کر رہے ہیں؟ حالاں کہ **تَرْمِیْ** تو واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے، اِس میں **هِیَ** ضمیر پوشیدہ ہے جو پہلے ذکر کیے ہوئے **طیراً** کی طرف لوٹتی ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ:

''وہ پرندے مارتے تھے اصحاب فیل کو پتھر سنگ گل کی قسم کے۔''

سب مفسرین بیان کرتے ہیں کہ ترکیبِ نحوی کے اعتبار سے **طیراً** آگے کے لیے موصوف ہے، **ابابیل** پہلی صفت ہے، اور **ترمیهم بحجارۃ من سجیل** سارا جملہ **طیراً** کی دوسری صفت ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ **ترمی** واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہو اور اِس میں **هِیَ** ضمیر پوشیدہ ہو جو **طیراً** کی طرف لوٹے تب ہی **طیراً** کی صفت بننا صحیح ہو سکتا ہے، ورنہ **طیراً** کی صفت نہیں بن سکتا، چنانچہ علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**ترمیهم بحجارۃ صفة اخری لطیر.** [روح المعانی: ۲۷۳/۳۰]

**ترمیهم بحجارۃ طیر** کی دوسری صفت ہے۔

مزید درج ذیل کتابوں میں دیکھیں: **اعراب القرآن وبیانه**: ۵۸۷/۱۰ علامہ محی الدین درویش

متوفی سنہ ۱۴۰۳ھ. **مشکل اعراب القرآن**: ۸۴۴/۲ علامہ مکی بن ابی طالب حموش اندلسی قرطبی رحمہ اللہ متوفی ۴۳۷ھ. **التبیان فی اعراب القرآن**: ۱۳۰۴/۲ علامہ ابوالبقاء عبداللہ بن الحسین عکبری متوفی ۶۱۶ھ. **الجدول فی اعراب القرآن**: ۴۰۸/۳۰ علامہ محمود بن عبدالرحیم صافی رحمہ اللہ متوفی ۱۳۷۶ھ. **الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون**: ۱۱۰/۱۱ علامہ ابوالعباس شہاب الدین السمین الحلبی رحمہ اللہ متوفی ۷۵۶ھ) **اللباب فی علوم الکتاب**: ۵۰۱/۲۰ علامہ عمر بن علی حنبلی دمشقی رحمہ اللہ متوفی ۷۷۵ھ. **تفسیر ابی السعود**: ۲۰۱/۹ علامہ ابوالسعود محمد بن محمد بن مصطفٰی رحمہ اللہ متوفی ۹۸۲ھ. **البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید**: ۳۵۵/۷، علامہ احمد بن محمد بن المہدی الفاسی الصوفی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۲۴ھ. **التفسیر المظہری**: ۳۴۵/۱۰ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۲۵ھ. **فتح القدیر**: ۶۰۶/۵ قاضی محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۵۰ھ. **فتح البیان فی مقاصد القرآن**: ۳۹۲/۱۵ علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ متوفی ۱۳۰۷ھ۔

ان سب کتابوں میں صاف ذکر ہے کہ **ترمیھم بحجارۃ من سجیل طیر** کی صفت ہے، اور حالت نصب میں ہے۔

اِس کے علاوہ بہت سی تفاسیر میں یہ بھی صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ **تَرْمِیْ** واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے، اور اِس میں ضمیر مؤنث ہے جو طیراً کی طرف لوٹتی ہے۔

علامہ محمد بن احمد قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**وقرأة العامة ترمیھم بالتاء لتانیث جماعة الطیر.** [تفسیر القرطبی: ۱۹۸/۲۰] جمہور قاریوں کی قرات **ترمیھم** تاء تانیث کے ساتھ ہے کیوں کہ پرندوں کی جماعت مؤنث ہے۔

اس کا مطلب سوائے اِس کے کچھ نہیں کہ **تَرْمِی** مؤنث کا صیغہ ہے، اور اس میں موجود ضمیر مؤنث پرندوں کی جماعت کی طرف لوٹتی ہے، یعنی **طیر** بتاویل جماعت اِس کا مرجع ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد سمین حلبی رحمہ اللہ (م ۷۵۶ھ) اور سراج الدین عمر بن علی دمشقی (م ۷۷۵ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**قوله ترمیھم صفة لطیر، والعامة ترمیھم بالتأنیث.** [الدر المصون: ۱۱۰/۱۱] **وقرأ العامة ترمیھم بالتأنیث.** [اللباب: ۵۰۱/۲۰] **ترمیھم طیر** کی صفت ہے اور جمہور **ترمیھم** مؤنث کے صیغہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

علامہ ابراہیم بن عمر بن حسن البقاعی (متوفی ۸۸۵ھ) اور الشیخ نعمت اللہ علوان (متوفی ۹۲۰ھ علامہ محمد بن احمد شربینی شافعی (متوفی ۹۷۷ھ) فرماتے ہیں:

**ولماتشوف السامع الی فعل الطیربھم قال مستأنفاًترمیھم ای الطیر.[نظم الدررفی تناسب الآیات والسور :۲۲/۲۵۷] ترمیھم یعنی ترمی الطیرجیش ابرھۃ بحجارۃ. [الفواتح الالٰھیۃ:۲/۵۳۱]ترمیھم ای الطیر بحجارۃ.[السراج المنیرفی الاعانۃ علی معرفۃ بعض معانی کلام ربناالحکیم الخبیر :۴/۵۸۹]** جب سننے والے کو پرندوں کے فعل کے سننے کا شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے جملہ مستانفہ کے طرز پر فرمایا **ترمیھم** مراد پرندے ہیں یعنی پرندے ابرہہ کے لشکر کو کنکریاں مارتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ جملہ مستانفہ سوال کا جواب ہوا کرتا ہے تو اوپر پرندوں کے اُن پر بھیجنے کا ذکر ہوا تو گویا سائل کی طرف سے سوال ہوا کہ بھیجے ہوئے پرندوں نے آکر کیا کام کیا؟ تو **ترمیھم** سے جواب دیا گیا کہ پرندوں نے یہ کام کیا کہ انہوں نے اصحاب فیل پر کنکریاں ماریں۔

## صحابہ تابعین سے منقول تفسیر:

سب سے بڑھ کر مفسر حضور ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین ہیں اُن کے آثار سے معلوم کرتے ہیں کہ مفسرین کی اجماعی تفسیر درست ہے کہ پرندوں نے کنکریاں پھینکی تھیں یا غامدی اور اُن کے استاذ و استاذ الاستاذ کی تفسیر درست ہے کہ پرندوں کے کنکریاں پھینکنے کا کوئی واقعہ نہیں ہوا؟
تو حضرت ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ عنہم سے نقل ہے:

**قال ابن عباس وابن مسعودصاحت الطیرورمتھم بالحجارۃ فبعث اللہ ریحاًفضربت الحجارۃ فزادتھاشدۃ فماوقع منھاحجرعلی رجل الا خرج من الجانب الآخروان وقع علی رأسہ خرج من دبرہٖ.[تفسیرالبغوی :۵/۳۰۸]** فرماتے ہیں کہ پرندوں نے آواز نکالی اور اصحاب فیل کو کنکریاں ماریں، پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی ہوا نے بھی پتھر مارے تو اُس سے شدت بڑھ گئی، جو پتھر بھی کسی آدمی پر پڑا وہ دوسری طرف سے نکل گیا، اور اگر سر پر پڑا تو پیشاب گاہ میں سے نکل گیا۔

امام ابن منذر و حاکم و ابونعیم و بیہقی کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

**عن ابن عباس قال اقبل اصحاب الفیل حتی اذادنوامن مکۃ .......فاقبلت مثل السحابۃ من نحوالبحرحتی اظلتھم طیرا ابابیل التی قال اللہ ترمیھم بحجارۃ من سجیل فجعل الفیل یعج عجاًفجعلھم کعصف مأکول. [الدرالمنثور:۸/۶۲۹]**

فرماتے ہیں کہ اصحاب فیل آئے یہاں تک کہ جب مکہ مکرمہ کے قریب ہوگئے (جناب

عبدالمطلب سے بات ہوئی، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی) تو سمندر سے بادل سا آیا یہاں تک کہ اُن پرندوں کی جماعتوں نے اُن پر سایہ آن کیا جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ وہ مارتے تھے اُن کو کنکریوں جیسے پتھر، تو ہاتھیوں نے چلانا شروع کیا آخر اللہ تعالیٰ نے اُن کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔

بحوالہ مسند عبد بن حمید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

**فدعا الله الطير الابابيل فاعطاها حجارة سوداء عليها الطين فلما حاذت بهم صفت عليهم ثم رمتهم فما بقي منهم احد الا اصابته الحكة و كانوا لا يحك انسان منهم جلده الا تساقط جلدهٔ.[الدر المنثور: ۶۳۰/۸]**

اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی جماعتیں بلالیں اور اُن کو کالے رنگ کے پتھر دے دیئے جن میں مٹی ملی تھی، جب وہ پرندے اُن کے برابر آئے آواز نکالی پھر کنکریاں پھینکیں، تو جو کوئی اُن میں سے بچ گیا اُس کو کھجلی کی بیماری لگ گئی، اور جو بھی کھجلاتا اُس کی کھال گر جاتی۔

عبید بن عمیر بن قتادہ لیثی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**لما أراد الله ان يهلك اصحاب الفيل بعث الله عليهم طيرا انشأت من البحر كانها الخطاطيف بكف كل طير منها ثلاثة احجر مجزعة في منقاره حجر و حجران في رجليه ثم جاء ت حتى صفت على رؤوسهم ثم صاحت و القت ما في ارجلها و مناقيرها الخ. [الدر المنثور: ۶۳۰/۸ عن سعيد بن منصور، ابن ابی شيبه، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو نعيم و بيهقی دلائل النبوة]**

جب اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو ہلاک کرنا چاہا اُن پر پرندے بھیجے جو دریا سے نکلے گویا اچک لینے والے تھے، ہر پرندے کی ہتھیلی میں تین چکنے پتھر تھے، ایک چونچ میں دو پاؤں میں، انہوں نے آ کر اُن کے سروں پر قطاریں باندھیں پھر آواز نکالی اور پاؤں اور چونچوں میں موجود کنکریوں کو پھینکا۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تابعی سے نقل ہے:

**اقبل ابو يسكوم صاحب الحبشة و معه الفيل فلما انتهى الى الحرم برك الفيل فابى ان يدخل الحرم فاذا وجه راجعا اسرع راجعا و اذا ارتد على الحرم ابى فارسل الله عليهم طيرا اصغارا بيضا في افواهها حجارة امثل الحمص لا تقع على احد الا هلك.**

**[الدر المنثور: ۶۳۰/۸]**

حبشہ کا بادشاہ ابو یسکوم آیا اُس کے ساتھ ہاتھی تھے، جب حرم (کے قریب) پہنچا ہاتھی بیٹھ گیا اور

حرم میں داخل ہونے سے رُک گیا، جب واپس کرنا چاہتا تیزی سے واپس ہونے لگتا اور اگر حرم کی طرف پھیرتا انکار کرتا، تو اللہ تعالی نے اُن پر چھوٹے سفید رنگ کے پرندے بھیج دیئے، اُن کے مونہوں میں چھوٹی کنکری کے سے پتھر تھے جس پر بھی پتھر پڑتا ہلاک ہوتا۔

حضرت قتادہ تابعی رحمہ اللہ سے نقل ہے واقعہ اصحاب فیل اور سورہ فیل کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

**بعث الله عليهم طيرا ابابيل بيضاوهى الكبيرة فجعلت ترميهم بهاحتى جعلهم الله كعصف مأكول.** [**الدر المنثور**:۶۳۰/۸، **بحواله عبدبن حميد**] اللہ تعالی نے ان پر سفید پرندوں کی جماعتیں بھیجیں وہ کچھ بڑے تھے، انہوں نے اصحاب فیل کو کنکریاں مارنا شروع کیں یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اُن کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔

یہ سب قرائن اور آثار جمہور کی تفسیر صحیح ہونے کے لیے کافی ہیں، جن سے روز روشن کی طرح آشکارا ہے کہ واقعہ اصحاب فیل میں یہ حقیقت ہے کہ پرندے آئے اور انہوں نے اپنے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں لی ہوئی تھیں اور اُنہی نے ہی اصحاب فیل پر سنگ باری کی ہے، قریش کے پہاڑوں پر چڑھ کر سنگ باری کرنے کا ایک اور صرف ایک حوالہ بھی تاریخ تفسیر وغیرہ دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ہے اس لیے تو غامدی صاحب اصلاحی کی وکالت میں کوئی حوالہ پیش کرنے کی گنجائش نہیں پاتے اور کہہ دیتے ہیں کہ جی اصلاحی صاحب کی تفسیر تو قرآن مجید سے ہی ثابت ہے، اور پھر **ترمی** کو مخاطب کا صیغہ بنا کر حضور ﷺ کو چھوڑ کر سارے قریش اِس کے مخاطب ٹھہرا لیے اور بس قرآن سے اصلاحی کی گھڑنتو تفسیر کا ماخذ مل گیا۔

اس کے بعد مفسرین کی تفاسیر کے حوالوں کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی، کیوں کہ ایک مفسر بھی **ترمی** کو مخاطب کا صیغہ بنانے والا اور قریش کی سنگ باری ذکر کرنے والا نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ اِن سب حضرات کو غلطی لگی اور ایک جناب امین احسن اصلاحی صاحب اور اُن کے شاگرد غامدی صاحب ہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں صحیح تفسیر اور صحیح واقعہ کا علم الہام ہوا، یا تازہ وحی آئی ہے؟

غامدی صاحب ایک اور موقع میں یوں گویا ہوئے ہیں:

''رہی یہ دلیل کہ ہمارے سب مفسرین یہی کچھ کرتے ہیں تو یہ درحقیقت کوئی دلیل نہیں ہے اگلوں نے اگر غلطی کی ہے تو ہم پر یہ کہاں سے واجب ہو گیا کہ ہم آنکھیں بند کر کے نسلاً بعد نسلٍ اس غلطی کو دہراتے چلے جائیں۔'' [برہان: ۲۹۲]

ممکن ہے کہ جناب کی طرف سے یہاں بھی یہی جواب ہو کہ جی بس اصلاحی درست باقی سب غلطی کرنے والے ہیں ہم آنکھیں بند کر کے اُن کے پیچھے چلیں یہ کوئی واجب تھوڑا ہے۔

ٹھیک ہے آپ جدھر چلیں چلیں مگر امت پر کم از کم یہ رحم کریں کہ اپنا غلط نظریہ ''تفسیر قرآنی'' کہہ کر تو پیش نہ کریں۔

غامدی کے استاذ الاستاذ فراہی کے نظریہ میں منی میں رمی جمرات قریش کی سنگ باری کی یاد کے طور پر قائم ہوئی ہے تو اس پر سوال کیا گیا کہ رمی جمرات کی سنت اگر امام فراہی کے نزدیک قریش مکہ کی سنگ باری کی یاد میں قائم ہوئی تو یہ منیٰ کے بجائے وادی محسر میں کیوں ادا نہیں کی جاتی ؟ تو غامدی صاحب گویا ہوئے کہ:

''سنگ باری کے متعلق یہ ثابت ہے کہ محصب میں ہوئی اور محصب منیٰ میں شامل ہے۔'' [برہان: ۳۲۸]

ہمارے علم کے مطابق یہاں غامدی صاحب سے کئی غلطیاں ہوئیں۔

اول : یہ بات کہ قریش کی سنگ باری وادی محصب میں ثابت ہے، درست نہیں ، کیوں کہ اگر بالفرض قریش نے سنگ باری کی ہو تو اُس سنگ باری کا مقام وادی محصب نہیں ہوسکتا کیوں کہ اصحاب فیل وادی محصب تک پہنچے ہی نہیں ہیں۔

علامہ عاتق بن غیث البلادی (متوفی ۱۴۳۱ھ) لکھتے ہیں:

**ان الفیل و اصحابهٔ لم یصلوا الی المحصب. [معجم المعالم الجعرافیة فی السیرة النبویة: ۲۸۲/۱]** ہاتھی اور ہاتھی والے محصب تک نہیں پہنچے۔

دوم : اِسی غلطی کے نتیجہ میں دوسری غلطی یہ ہوگی کہ تمام مفسرین کے بیان کے مطابق اُن پر پرندوں کے ذریعے کنکریاں بھی وادی محصب میں پڑی ہوں گی، حالاں کہ تفاسیر و تاریخ سے قطع نظر شعراء کے کلام بھی بتاتے ہیں کہ اُن پر پرندوں کے ذریعے کنکریاں مغمّس نامی مقام میں پڑی ہیں، نہ کہ وادی محصب میں،

**امیہ بن أبی الصلت** کے اشعار ہیں ؎

**انّ آیات ربنا ظاهرات　　　ما یماری فیهن الا الکفور**

**حبس الفیل بالمغمّس حتی　　　ظل یحبو کانه معقور**

بیشک ہمارے رب کی نشانیاں ظاہر ہیں جن میں سخت ناشکرا ہی جھگڑے گا، اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو مغمّس میں روک دیا یہاں تک کہ گھٹنے ٹیک گیا گویا اُس کی ٹانگیں بندھی ہوئی ہیں۔

ایسے ہی نفیل بن حبیب (جو واقعہ کے وقت مغمس میں محمود نامی ہاتھی کے پاس گیا اور اُس کو کان میں بات کی، ہاتھی نے آگے چلنے سے انکار کر دیا اور پھر اصحاب فیل کو وہیں چھوڑ کر نفیل چل دیا) کہتا ہے

ردینة لورئیتَ ولن تریہ    لدی جنب المغمّس مارئینا
حمدت اللہ ان ابصرتُ طیرا    وخفت حجارة تلقی علینا
وکل القوم یسأل عن نفیل    کانّ علیّ للحبشان دینا

ان اشعار میں نفیل نے یہ بیان کیا کہ مغمس کے پہلوں میں یہ واقعہ ہوا ہے، اور یہ بھی بیان کیا کہ میں نے پرندے آتے دیکھے اور اللہ کا شکر کیا اور ساتھ ڈر بھی لگا کہ ہم پر پتھر نہ برسیں، اور بتایا کہ جب عذاب آیا تو اصحاب فیل مجھ سے واپسی کا راستہ ایسے پوچھتے تھے جیسے میرے ذمہ اہل حبش کا قرض ہو۔

تو یہ واقعہ مغمس میں ہوا نہ کہ محصب میں ہوا، اور مغمس طائف کے راستے پر مکہ سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہے (مجمع بحار الانوار) اور محصب سے متعلق منقول ہے کہ اُس کو ابطح بھی کہتے ہیں اور یہ مکہ اور منیٰ کے عین درمیان میں ہے یعنی محصب سے مکہ مکرمہ تک اور محصب سے منیٰ تک مسافت برابر ہے، البتہ منیٰ کے کچھ زیادہ قریب ہے، اور اُس کو خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں، ابن بطوطہ نے بھی سفرنامہ میں ذکر کیا ہے کہ محصب میں خیف بنی کنانہ ہے جہاں نبی کریم ﷺ ٹھہرے تھے، اور سب فقہاء صاف لکھتے ہیں کہ جس محصب میں آپ ﷺ ٹھہرے تھے وہ وہی ہے جو مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان ہے اور کئی فقہاء کے نزدیک منیٰ سے نکل کر مکہ مکرمہ کی طرف واپسی کرتے ہوئے راستے میں موجود اِسی وادی محصب میں تھوڑی سی دیر کے لیے ٹھہر جانا مسنون ہے۔

ہاں لیکن منیٰ میں رمی جمار کی جگہ کو بھی محض لغوی اعتبار سے محصب کہا جاتا ہے کیوں کہ اُس میں کنکریاں پھینکی جاتی ہیں، شاید اِسی مناسبت لغوی کی بناء پر غامدی صاحب کو مغالطہ لگا ہے، حالاں کہ اصل محصب رمی جمار کی جگہ نہیں ہے۔

بہرحال اس تقریر سے یہ مغالطہ ختم ہو گیا کہ وادی محصب منیٰ میں داخل ہے، کیوں کہ جو اصل وادی محصب ہے وہ منیٰ سے خارج ہے، ہاں وہ محصب منیٰ میں داخل ہے جو لغوی معنیٰ میں محصب کہلاتی ہے۔

بہرحال حقیقت یہ ہے کہ قریش نے کسی قسم کی سنگ باری نہیں کی تھی۔

رہے اصلاحی صاحب کے یہ اشکالات کہ:

''جن لوگوں نے قریش پر اس بے حمیتی کا الزام لگایا ہے اُن کے نزدیک اس سورہ کا درس گویا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس گھر کا خود محافظ ہے اس کے پاسبان دشمن سے ڈر کر اگر اس کو چھوڑ کے بھاگ جائیں جب بھی خدا اس کی حفاظت کرے گا چنانچہ جب قریش ابرہہ کی فوجوں سے ڈر کر پہاڑوں میں جا چھپے تو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کے ذریعے ان پر پتھراؤ کر کے ان کو بھس کی طرح پامال کر دیا، اگر فی الواقع اس سورہ کا درس یہی ہے

تو یہ درس اللہ تعالی کی سنت کے خلاف ہے......اللہ تعالی کی سنت جو قرآن سے واضح ہوتی ہے وہ تو یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کی مدد فرماتا ہے جو اپنا فرض ادا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اگر چہ اُن کی تعداد کتنی ہی کم اوران کے وسائل کتنے ہی محدود ہوں ،......قریش نے جو کچھ ان کے امکان میں تھا وہ کیا اگر چہ اُن کی مدافعت جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا کمزور تھی لیکن اللہ تعالی نے اپنی حاصب ( تیز وتند ہوا ) کے ذریعہ سے ان کی اس کمزور مدافعت کے اندر اتنی قوت پیدا کر دی کہ دشمن کھانے کے بھس کی طرح پامال ہو گئے۔''

[برہان:۳۲۲،بحوالہ تدبر قرآن:۵۶۲/۹]

پہلی بات تو یہ ہے کہ پہلے ذکر ہوا کہ یہ ایک واقعہ ہے واقعہ کی تصویر وقوع سے بنتی ہے عقل وقیاس سے نہ بنتی ہے نہ بنائی جاتی ہے ،اگر واقعہ کی تصویر عقل وقیاس سے بنائی جائے تو وہ خرافات تو کہلا سکتی ہے واقعہ ہرگز نہیں کہلاتی ،اگر آپ ثابت کرتے کہ قریش نے پہاڑوں پر سے سنگ باری کی تھی تو پھر واقعی قریش کی سنگ باری واقعہ کا حصہ بنتی ،لیکن نہ تو اصلاحی صاحب کے تدبر میں کوئی حوالہ ہے نہ آپ جناب ( غامدی صاحب ) کوئی حوالہ پیش کر سکے صرف یہ کہنا کہ جی محصب میں سنگ باری ثابت ہے نا کافی ہے ( جس پر تبصرہ گذرا ) کیوں کہ جب محصب تک اصحاب فیل پہنچے ہی نہیں تو محصب میں قریش کی طرف سے سنگ باری کس پر ہوئی اور کیسے ہوئی ؟

تو یہ افسانہ اور خرافات سے زیادہ کچھ نہ ہوا،اور جن بیچاروں نے قریش پر بے حمیتی کا الزام لگایا ہے وہ الزام نہیں واقعہ یوں ہی ہے پھر وہ حضرات ایسا بیان نہ کرتے تو کیا کرتے ؟

رہا قریش کی بے حمیتی کے واقعہ سے اللہ تعالی کی سنت کے خلاف سبق ! تو کیا قریش اور اُن کے عمل کا نام قرآن ہے کہ جس سے مسلمان یہ سبق لیں گے؟

''جب قرآن نے بیت اللہ سے متعلق سورہ بقرہ ،سورہ توبہ،سورہ حج وغیرہ میں ہماری ذمہ داریاں بتائی ہیں کہ ہم اُس کی آزادی وحفاظت کے لیے جو کچھ ہمارے بس میں ہے وہ کریں اللہ ہماری مدد فرمائے گا۔''

تو ہم مسلمان قرآن مجید کی یہ ہدایات چھوڑ کر قریش کے عمل سے سبق کیوں لیں گے؟ پھر یہ ذمہ داریاں مسلمانوں کو بتائی گئی ہیں قریش کے عمل کے وقت اِن کا نزول تو نہیں ہوا کہ کوئی تعارض وتناقض پیش آئے۔

مسئلہ بس یہ ہے کہ آپ لوگ ( استاد وشاگرد وگروپ ) محض عقل وقیاس سے قرآن کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں اور پھر کوشش کرتے ہیں کہ آپ کی من مانی تفسیر کی تائید کم ازکم شعراء عرب سے مل جائے اور بس تو پھر وہی تفسیر کے قطعی مرادُ اللہ ہونے کی دلیل ہے،اُس کے خلاف تفسیر تفسیر نہیں ،اللہ تعالی ہم سب کو صراط

مستقیم کی ہدایت دے آمین،

رمی جمرات قریش کی سنت پر عمل؟:

غامدی صاحب اور اُن کے استاذ الاستاذ جناب فراہی کی رائے یہ ہے کہ رمی جمرات قریش کی سنگ باری کی یاد میں قائم ہوئی۔[برہان: ۳۲۸]

سوال یہ ہے کہ جب قریش کی سنگ باری ہی ثابت نہیں تو رمی جمرات کا اُن کی سنت کی یاد میں قائم ہونا کونسی حقیقت ہوا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اُن کے سامنے شیطان کا تینوں جمرات کے مقام پر سامنے آنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اُس کو سات سات کنکریاں مارنا بیان فرمایا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

**الشیطان ترجمون وملة ابیکم تتبعون. [السنن الکبریٰ للبیھقی :۲۵۰/۵،شعب الایمان: ۵۰۶/۵، الدر المنثور : ۳۳۳/۱بحواله ابن خزیمه ،مستدرک حاکم ح: ۱۷۱۳]** تم شیطان کو کنکریاں مار کر اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی **وارنا مناسکنا** تو) جبریل علیہ السلام نے آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج سکھائے منیٰ لے گئے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظہر وعصر ومغرب عشاء وفجر کی نماز پڑھی، پھر منیٰ سے عرفات لے گئے، وہاں دو نمازیں پڑھیں، غروب آفتاب تک وقوف کیا، پھر مزدلفہ لائے وہاں ٹھہرے اور رات گذاری، اور وہیں صبح کی نماز سویرے پڑھی، پھر وہاں کچھ وقت وقوف کیا پھر منیٰ آ کر رمی جمرات کیں اور قربانی کی اور حلق کیا، یہ جو عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی طرف بھی (ان کے کرنے کے لیے) وحی بھیجی **ان اتبع ملة ابراھیم حنیفا الایة.[السنن الکبریٰ للبیھقی ح:۹۶۴۳]**

ان حدیثوں سے اور خصوصاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان سے (جو حدیث نبوی کے حکم میں ہی ہے) صاف واضح ہو رہا ہے کہ رمی جمرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل کی یاد میں قائم کیے گئے ہیں، قریش کی سنگ باری کی یاد میں نہیں قائم کئے گئے ہیں، وجہ صاف ہے کہ قریش کی سنگ باری ثابت ہی نہیں ہے، اب ایک طرف اصلاحی وفراہی وغامدی کی رائے محض ہے، جس میں محض عقل وقیاس کو دخل ہے، دوسری طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وغیرہ کی حدیث ہے ترجیح کس کو ہو سکتی ہے؟ ہر صاحب ایمان خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ ☆☆☆☆

بہ سلسلہ زبیر علی زئی کا تعاقب مفتی رب نواز حفظہ اللہ

# مسئلہ امکانِ نظیر اور آلِ غیر مقلدیت

قسط:۴ (آخری)

زبیر علی زئی:

''آخر میں رب نواز دیو بندی اور آلِ دیو بند سے مطالبہ ہے کہ مرنے سے پہلے امکانِ کذب [۴۶۵] اور امکانِ نظیر کے باطل و [۴۶۶] مردود عقیدوں سے توبہ کرلیں [۴۶۷]، ورنہ یادرکھیں کہ رب تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت [۴۶۸] ہے۔(۱۴/مارچ ۲۰۱۲ء)''

الجواب:

**۴٦۵**

پیچھے کئی قسطوں میں امکان کذب کے بارے میں آلِ غیر مقلدیت کا اعتراف ہم نقل کر چکے ہیں کہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور غیر مقلدین کی کتابوں سے امکانِ کذب کی تائید بھی پچھلے صفحات میں نقل کردی ہے۔ وہاں عبداللہ روپڑی غیر مقلد کا حوالہ امکانِ کذب کے اثبات میں منقول ہے، جس کی آخری سطر یہ ہے:

''غرض اس قسم کی وجوہ بہت ہیں جو''دیوبندیہ'' کے نظریہ کو ترجیح دیتے ہیں۔'' [توحید الرحمٰن: ۱۳۸]

اُن سب حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ امکانِ کذب کو باطل عقیدہ کہنا غلط ہے اور اگر علی زئی وغیرہ اس کے باطل ہونے پر اصرار کرتے ہیں اور اس کے قائل کو عذابِ آخرت کی وعید سناتے ہیں تو ان کے اپنے آلِ غیر مقلدیت باطل اور آخرت میں عذابِ الٰہی کا شکار ثابت ہوتے ہیں۔

**۴٦٦**

## امکان نظیر کے اثبات میں دلائل

امکانِ نظیر کا مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور غیر مقلدین کو اس کا اعتراف بھی ہے۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

محمد خالد سیف صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''انہوں [فضلِ حق خیر آبادی (ناقل)] نے اس قسم کے اعتراضات پر مشتمل ''امتناعِ نظیر'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ امام [شاہ اسماعیل شہید (ناقل)] صاحبؒ نے اس کے جواب میں ''امکان النظیر''

کے نام سے ایک ہی مجلس میں نہایت متانت، سنجیدگی اور دلائلِ عقلیہ ونقلیہ سے مدلل بزبانِ فارسی ایک رسالہ لکھا جو کہ ''یک روزہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔آپ نے فرمایا کہ قدرت ایک علیحدہ صفت ہے اور تکوین یعنی بنانا ایک دوسری صفت ہے سو وجود مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہے، تکوین کے تحت نہیں تا کہ اس کا وقوع لازم آئے، ''تقویۃ الایمان'' کے اس مقام پر بھی یہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ اللہ رب العزت جل جلالہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل پیدا کرنے پر قادر ہے اور یہ مقصود نہیں کہ وہ مثلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرے گا۔کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں پھر آپ نے قدرتِ الٰہی کے ثبوت میں درج ذیل آیت لکھی:اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ بَلٰی وَهُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں، جب کہ وہ ماہر خلّاق ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں جمع مذکر کی ضمیر تمام بنی نوعِ انسان کی طرف راجع ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اور گو اس آیت میں معاد کا بیان ہے مگر اس کے مثل پیدا کرنے پر قادر ہونا اس سے بخوبی ثابت ہے'' [تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید:۲۳۶]

امام خان نوشہروی غیر مقلد نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھا:

''صاحب الافاضل علامہ فضل حق خیر آبادی سے مسئلہ ''اللہ رب العزت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سا دوسرا پیدا کرنے پر قادر ہے'' پر بحثیں ہو رہی ہیں۔فاضل خیر آبادی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیدا کرنے پر خداوند ارض وسماء کو غیر قادر بتاتے، جنہیں سیدنا اسماعیل نے اس آیت سے ہمیشہ کے لیے مہر بلب کر دیا: اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ بَلٰی وَهُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ

ترجمہ: جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ ایسے ہی اور آسمان اور اسی قسم کی اور زمینیں پیدا نہیں کر سکتا، کیوں نہیں، اس قادر مطلق کے لیے کیا مشکل ہے۔

اس شکست کے بعد علامہ خیر آبادی خم ٹھونک کر میدان میں اُتر آئے۔'' [تراجم علمائے حدیث ہند:۸۰]

اس سے ثابت ہوا کہ ''امکانِ نظیر'' کا عقیدہ قرآن سے ثابت ہے لہٰذا علی زئی صاحب کا اس عقیدہ کو گندا کہنا غلط حرکت ہے۔

غیر مقلدین کے ممدوح محمد تراب علی صاحب مسئلہ امکانِ نظیر پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اول دلیل نقلی یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ سورہ یٰسین میں فرماتا ہے او لیس الذی خلق السموات و الارض بقادر علی ان یخلق مثلهم بلی وهو الخلاق العلیم انما امره اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون ...ثانی دلیل یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے وان من شئی

الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم پس لفظ شی ء یہاں پر عام ہے اور شامل ہے ہر ممکن کو چنانچہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممکن تھے پس خزانی امثال رسول خدا صلعم کی بھی جناب باری کے پاس موجود ہوں گے۔ پس امثال آنحضرت ممکن کیا بلکہ جناب باری تعالیٰ کے پاس موجود ہیں ثالث دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ان اللــه خلــق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدم ونو ح کنوح و ابراهیم کابراهیم و نبی کنبیکم چنانچہ یہ حدیث فتح الباری شرح صحیح بخاری اور تفسیر در منثور اور شعب الایمان وغیرہا میں موجود ہے۔ پس اس صورت میں امکان مثل کیا بلکہ سات مثل موجود متحقق عالم میں ہیں'' [افاداتِ ترابیہ:۲]

افاداتِ ترابیہ ۱۶ صفحات پر مشتمل مختصر رسالہ ہے جو امتناع نظیر کی تردید اور امکانِ نظیر کے اثبات میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کی کاپی حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب دام ظلہ (جھنگ) نے مجھے بھجوائی ہے۔ جزاهم الله

خالد سیف صاحب غیر مقلد نے ''تذکرہ شہید'' میں اس رسالہ ''افاداتِ ترابیہ'' کو مقامِ مدح میں پیش کیا ہے جیسا کہ آگے حاشیہ:۴۶۷ میں آرہا ہے۔

بریلوی مؤلف نے کہا:

''تقویۃ الایمان ص ۳۵ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُـــن سے چاہے تو کڑوروں نبی اور ولی پیدا کر ڈالے'' [اطیب البیان:۲۵۴]

عزیز الرحمٰن مراد آبادی غیر مقلد نے اس کے جواب میں لکھا:

''اقول ان الله خالق کل شیء، وهو علی کل شئ قدیر، ویفعل الله مایرید مولوی نعیم الدین کی کمال درجہ نادانی و جہل اور بے علمی ہے کہ ایسے صریح مسئلہ عقیدہ اہلِ سنت پر جو نصوص قرآن وحدیث اور تصریحاتِ ائمہ کرام مفسرین ومحدثین اور اہلِ معارف صوفیائے عظامؒ سے ثابت ہیں۔ اپنی آفاتِ شرکیات و بدعات اور رسومات سے توحید وسنت کا انکار کر کے اس کو باعثِ گستاخی و توہین کہا جاتا ہے۔'' [اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان:۷۱۵]

اس کے بعد مراد آبادی صاحب نے قرآن، حدیث، صحابہ اور بزرگانِ دین: امام فخر الدین رازی، امام غزالی، شیخ عبد القادر جیلانی، امام نووی، حافظ ابنِ حجر، شیخ شہاب الدین سہروردی، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ نظام الدین اولیاء، شاہ عبد الحق محدث دہلوی، ابو الحسن خرقانی، شیخ عبد القدوس گنگوہی، شیخ احمد سرہندی، امام محمد بن الباقی زرقانی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، شیخ محمد تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات اپنی تائید میں نقل کیں، اور پھر لکھا:

''پس ان تمام نصوص قرآن پاک اور احادیثِ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تصریحاتِ صحابہ و اکابر علماء امت و اولیاء کرام رحمہم اللہ مستند مولوی نعیم الدین نے بتائید صریح تقویۃ الایمان کو واضح کر دیا کہ حق تعالیٰ تمام ممکنات خلائق کے مثل کروڑوں لاتعداد پیدا کرنے پر قادر ہے ہرگز ناممکن ومحال نہیں، جس طرح زعمِ باطل مولوی نعیم الدین کا ہے، اگر یہی گستاخی ہے تو تمام امت کے ائمہ صالحین معاذ اللہ گستاخ ٹھہریں گے واللازم باطل و الملزوم مثلہ ۔ بنابریں بوجہ گستاخی مولوی نعیم الدین کا دنیا و آخرت میں کہیں ٹھکانا اور عزت دستگاری کا نہ رہے گا۔ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید وقدرت اور عظمت وجلال کے روبرو ایک ادنیٰ مثل ذرہ کے بھی ہستی وحقیقت نہیں رکھتے۔ معہٰذ المخلوقات میں حق تعالیٰ نے جس کی فضیلت وعزت افزائی فرمائی، یہ محض اسی کا کرم ہے۔ اور یہ عطائے عزت وجاہت ہرگز کچھ منافی بلحاظ قدرت وعظمت حق تعالیٰ کے نہیں ہے۔ جس طرح علامہ زرقانی سے بھی عظمت وقدرت ممکنات خلق پر حق تعالیٰ کا واضح طور پر بیان ہوا جس کا مولوی نعیم الدین نے خیانت سے اخفا کیا تھا۔ یہی طرز بیان تقویۃ الایمان سے بین طور پر واضح ہے کہ یہاں توحیدِ عظمت حق تعالیٰ کے مقابلہ میں ذلت وپستی عبدیت جملہ مخلوقات کا بیان ہے اور ساتھ ہی ساتھ شرف وکمالات اور اتباعِ انبیاء وصالحین کی تائید مرقوم ہے اسی کا نام اقرارِ توحید ورسالت اور اتباع ہے سوائے اس کے شرک وبدعت وضلالت اور گمراہی ہے ماذا بعد الحق الا الضلال۔''

[اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان: ۲۴۶]

مراد آبادی صاحب نے امکانِ نظیر کے عقیدہ کو توحید ورسالت قرار دے کر منکر کے نظریہ کو شرک، بدعت اور ضلالت کہا ہے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ مراد آبادی صاحب نے اللہ تعالیٰ کی عمومِ قدرت کو بیان کرتے ہوئے اپنی تائید میں ''فتاویٰ رشیدیہ: ۱۱۸'' سے امکانِ کذب والا فتویٰ بھی نقل کیا ہے۔ دیکھئے! اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان: ۲۳۶۔

اس کتاب ''اکمل البیان'' پر علی زئی کے استاد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی غیر مقلد کی تصدیر ہے بلکہ نظرِ ثانی اور حواشی لکھنے کا فریضہ بھی انہوں نے سرانجام دیا ہے، محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد نے اس کا مقدمہ لکھا ہے جب کہ ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کی تحریر کو ''تمہید'' کا عنوان دے کر شامل کیا گیا ہے۔ احمد شاکر صاحب غیر مقلد نے ''عرض ناشر'' تحریر کیا ہے اور غیر مقلدین کے مکتبہ ''دار الکتب السفلیہ لاہور'' سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

**تنبیہ:** غیر مقلدین کی عبارات میں جو دعویٰ کیا گیا ہے کہ امکانِ نظیر کا عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اُن کی یہ بات درست ہے، اُن کی عبارتوں میں موجود ہر جملہ سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں۔

۴۶۷

پہلے آپ امکانِ نظیر کو باطل و مردود عقیدہ ثابت کرتے تب اگلی بات کہنے کا حق تھا۔ امکانِ نظیر تو باعتراف آلِ غیر مقلدیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے جیسا کہ حاشیہ: ۴۶۶ میں گزرا۔

نیز اگر امکانِ نظیر کا عقیدہ علی زئی صاحب کے ہاں باطل و مردود ہے اور اس کا قائل عذاب اُخروی کا شکار ہوگا تو عرض ہے کہ غیر مقلدین بھی امکانِ نظیر کا عقیدہ رکھتے ہیں لہٰذا انہیں باطل پرست کہیں اور عذابِ آخرت میں گرفتار بھی تسلیم کریں۔ اب امکانِ نظیر کے قائلین آلِ غیر مقلدیت کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

## امکانِ نظیر کے قائل آلِ غیر مقلدیت

حنیف ندوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''جہاں تک امکانِ نظیر کے مسئلہ کا تعلق ہے، یہ صرف اتنی سی بات تھی کہ مولانا [اسماعیل شہید رحمہ اللہ (ناقل)] جو توحید کی سرمستیوں سے سرشار تھے اور امکان کے کسی گوشہ میں بھی اللہ تعالیٰ کو عاجز ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ غیر منطقی اسلوب میں اللہ تعالیٰ کے دائرہ قدرت کی بے پناہیوں کو بیان کرنا چاہتے تھے اور وہ بھی صرف تکوین و آفرینش کی حد تک۔ ان کے نزدیک یہ مسئلہ سراسر حدودِ عشق میں شمار ہونے کے لائق تھا۔ منطق یا فلسفہ کی موشگافیوں سے نہ صرف اسے کوئی سروکار نہ تھا، بلکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اس کو اگر منطق کی اصطلاحوں میں بیان کیا گیا، تو یہ ایمان و ذوق کی اس لطافت کو کھو بیٹھے گا جو اظہار کے اس پیرایۂ بیان سے جھلک رہی ہے۔ مولانا خیر آبادی چونکہ ذوقِ توحید کی فراوانیوں سے نا آشنا تھے، اس لیے خوامخواہ اس کو گھسیٹ کر منطق و کلام کے دائرہ میں لے آئے۔ دوسری زیادتی اس بارے میں یہ ہوئی کہ اس کے ڈانڈے اس سوال سے ملا دیئے گئے کہ کیا اللہ تعالیٰ محالات پر قادر ہے یا نہیں؟ حالانکہ یہاں استحالہ کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ سوال ایک امرِ تکوینی کے بارے میں تھا جس میں امکان پہلے سے مقدر تھا۔'' [مقدمہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید: ۱۱]

ندوی صاحب کہتے ہیں ''مولانا خیر آبادی چونکہ ذوقِ توحید کی فراوانیوں سے نا آشنا تھے ...'' اسی طرح اگر کوئی کہہ دے کہ چونکہ زبیر علی زئی صاحب بھی ذوقِ توحید کی فراوانیوں سے نا آشنا تھے، اس لیے امکانِ نظیر کا انکار کر دیا تو؟

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''دو باتیں کہہ کر مقدمہ نگاری کی ذمہ داریوں سے عہدہ برأ ہو جانا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق مسئلہ امکانِ نظیر سے ہے، جس کا ایک عرصہ تک علم و فن کے حلقوں میں چرچا رہا۔ مولانا خیر آبادی نے

خصوصیت سے جس کو ہوا دی اور پورے زور کے ساتھ اس کی تردید میں عقل وخرد کے خزف ریزوں کو بنا سنوار کر پیش کیا۔ آخر ان کو اپنے اس طرزِ عمل پر افسوس بھی ہوا، لیکن اس سے کیا ہوتا ہے؟ تیر کمان سے نکل چکا تھا اور وہ جن مغالطات کو پھیلا چکے تھے، اہلِ بدعت کے دائروں میں سند کی حیثیت سے مقبول ہو چکے تھے۔ دوسری چیز جس کی طرف ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں، وہ ان کی مشہور کتاب ''عبقات'' کی اہمیت ہے....''

[مقدمہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید:۱۱]

اگر خیر آبادی صاحب کا نظریہ اہلِ بدعت میں سند کی حیثیت اختیار کر چکا ہے تو علی زئی کا امکانِ نظیر کو گندا عقیدہ قرار دینا بھی ان کے ہاں دادِ تحسین وصول کر چکا ہے عباس قادری رضوی [بریلوی] نے اپنی تائید میں اسے نقل کر دیا ہے۔ دیکھئے اہلِ سنت کی حقانیت کی غیر مقلدین کے قلم سے:۱۱

خالد صاحب لکھتے ہیں:

''افسوس کہ مولانا خیر آبادیؒ ایسا ذہین انسان اس مسئلہ کو سمجھ نہ سکا یا محض معاصرت، ضد اور ہٹ دھرمی کا شکار ہو گئے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ امام صاحبؒ کے ٹھوس دلائل کو تسلیم کر کے اپنی غلطی کا اعتراف فرماتے لیکن ہوا یہ کہ اپنے غلط موقف پر ڈٹے رہے اور'' تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغوی ''کے نام سے ایک اور کتاب لکھ ڈالی۔ اس کے جواب میں شاہ عبد العزیزؒ کے ایک نامور شاگرد مولانا حیدر علی صاحب ٹونکیؒ نے کتاب لکھی۔ خود مولانا خیر آبادیؒ کے تلمیذِ رشید مولانا سراج الدین لکھنویؒ نے مولانا کی تردید اور امام [شاہ اسماعیل شہید (ناقل)] صاحبؒ کی تائید میں'' امکان نظیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وامتناعہ'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ حکیم سید عبد الحیؒ فرماتے ہیں: آپ نے اس رسالہ میں مسئلہ نہایت شرح وبسط سے بیان فرمایا ہے اور اپنے استاذ مولانا فضلِ حق کے اقوال کی تردید کی ہے۔'' [تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید:۲۳۷]

کیا اس عبارت کے پیشِ نظر یہ کہنا درست ہے کہ علی زئی صاحب محض معاصرت، ضد اور ہٹ دھرمی کا شکار ہو گئے؟

خالد سیف صاحب لکھتے ہیں:

''مفتی صدر الدین صاحبؒ آزردہ اگرچہ مولانا فضل حق کے استاد بھائی اور گہرے دوست تھے لیکن انہوں نے جب انصاف سے مسئلہ کا جائزہ لیا تو انہیں امام صاحبؒ کے دلائل ہی وزنی محسوس ہوئے۔ اس لیے انہوں نے آپ کی تائید میں کئی تحریریں شائع کرائیں بلکہ آپ تو اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے مولانا خیر آبادی کو امام [شاہ اسماعیل شہید (ناقل)] صاحبؒ کی مخالفت سے روکتے اور فرمایا کرتے تھے: مجھے آپ کی یہ روش پسند نہیں اور نہ یہ آپ کے شایانِ شان ہے۔'' [تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید:۲۳۷]

اس عبارت سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ امکانِ نظیر وزنی دلائل سے ثابت ہے اور دوسرا یہ کہ امکانِ

نظیر کے انکاری انصاف سے کام نہیں لیتے۔

خالد صاحب آگے لکھتے ہیں:

''اسی طرح مولانا تراب علی لکھنوی نے بھی حضرت امام صاحبؒ کی تائید میں ''افاداتِ ترابیہ'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا جو کہ میرٹھ سے ۱۲۶۹ھ میں شائع ہو چکا ہے اس کے دیباچہ میں آپ فرماتے ہیں:

''بعد تصنیف رسالہ ''تقویۃ الایمان'' مولوی فضلِ حق خیر آبادیؒ نے فقط اس مسئلہ میں خلاف کیا (چونکہ منطقی تھے) اور چند ورق بطورِ رسالہ کے لکھ کر پاس جناب بحرِ ذخائرِ علومِ عقلیہ ونقلیہ منبعِ صفات ملکیہ و انسیہ حسنۃ من حسنات سید المرسلین حبرِ نبیل مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے بھیجے جناب مولوی صاحبؒ نے ان کی تحریر کا جواب مسمّٰی بہ ''یک روزی'' ایک دم لکھ کر بھیج دیا اور خوب ان کے شبہات کا استیصال کیا بعد ازاں مولوی فضل حق صاحبؒ نے ''تحقیق الفتویٰ'' تصنیف کیا جناب افادات مآب مولانا حیدر علی ٹونکیؒ (تلمیذ رشید شاہ عبد العزیز صاحبؒ) نے خوب دھوم دھام سے اس کا جواب لکھا اور دو رسالہ کبیرہ وصغیرہ اس مسئلہ اور مسائل میں ان کے رد میں تصنیف کئے، بعد ازاں مجمع معقول ومنقول فروع واصول مولوی سراج الدین نے مولوی فضلِ حق صاحبؒ کو ساکت کیا اور امکان کا اقرار کرالیا اور ان کے رد میں ایک رسالہ تصنیف کیا جو کہ احقر العباد (مولانا تراب علیؒ) کے پاس موجود ہے۔'' [تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید: ۲۳۸]

خیر آبادی صاحب کو تو ''منطقی'' کہہ دیا، کچھ علی زئی صاحب کے بارے میں بتا دیا جائے یہ انکاری کیوں ہوئے؟ کیا ان پر بھی منطق سوار تھی؟

خالد صاحب لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ اہلِ علم میں سے جس نے بھی نظرِ انصاف کے ساتھ فریقین کے دلائل کا جائزہ لیا، اس نے ہی امام صاحبؒ کے موقف کو مبنی بر حق وانصاف اور آپ کے دلائل کو ٹھوس، نا قابلِ تردید اور اقرب الی الکتاب والسنۃ قرار دیا۔ مولانا خیر آبادیؒ کے متعلق تو حضرت نواب صدیق حسن خاںؒ نے یہاں تک فرمایا دیا ہے کہ: مولانا خیر آبادیؒ نے سب سے پہلے آپ (امام صاحبؒ) کی اپنے ان رسائل میں مخالفت وتردید کی جنہیں کتاب وسنت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں'' [تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید: ۲۳۸]

اس عبارت کے پیشِ نظر کوئی علی زئی صاحب کے متعلق لکھ دے کہ انہیں ''کتاب وسنت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں'' تو کیسا رہے گا؟

خالد صاحب ''مولانا خیر آبادی کا رجوع'' عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

''آہ! معاصرانہ چشمک کتنی بُری عادت ہے کہ اچھے بھلے اہلِ علم بھی اس کا شکار ہو کر جادۂ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں یہ امکان وامتناع نظیر کا مسئلہ ایسا تو نہ تھا کہ مولانا خیر آبادیؒ ایسے ذہین انسان کی سمجھ

میں نہ آسکتا۔ یہاں بھی ''معاصرت کہ اصلِ منافرت ہے'' کارفرما تھی تاہم مقامِ مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو بھی آخر کار ہدایت نصیب فرمائی اور انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف فرمالیا۔ چنانچہ مفتی عنایت احمد صاحبؒ فرماتے ہیں: ''مولوی فضلِ حق صاحبؒ بہت نادم تھے اور روتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی ہے کہ میں نے مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کی مخالفت کی۔ وہ بے شک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا۔ مجھ پر جو یہ مصیبت پڑی، یہ میرے انہی اعمال کی سزا ہے۔ میری مولوی اسمٰعیلؒ سے دوستی تھی اور میں بھی ان کے ساتھ شہید ہوتا مگر کیا کیا جائے بدایوں والوں نے ابھار کران سے بھڑادیا اور علم کے غرہ میں حق کو باطل کرنے پر تل گیا۔ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں اپنے خیالاتِ باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور اگر میں رِہا ہو گیا تو اپنی توبہ شائع کروں گا'' بلکہ مولانا مرحوم تو اس سے بھی پہلے رجوع فرما چکے تھے...اچھا ہوا مولانا خیر آبادیؒ نے توبہ کر کے اپنے نامۂ اعمال سے اس سیاہی کو دھوڈالا'' [تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید: ۲۳۹]

اگر کوئی اسی طرح علی زئی صاحب کے بارے میں تاثر دے کہ وہ معاصرانہ مخالفت کی لپیٹ میں آ گئے تھے تو؟ جتنا کچھ خیر آبادی صاحب کو بُرے القاب سے نوازا گیا اتنا علی زئی صاحب کی بھی خدمت ہونی چاہیے۔

خالد صاحب نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی تصانیف میں اُن کے رسالہ ''یک روزہ'' کا تعارف کراتے ہوئے لکھا:

''یہ فارسی زبان میں امام صاحبؒ کا امکان وامتناع نظیر کے موضوع پر وہی رسالہ ہے جس کا ذکر آپ ''تقویۃ الایمان'' کے تعارف کے ضمن میں پڑھ چکے ہیں۔ ایک دن آپ نماز کے لیے مسجد تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں کسی نے مولانا خیر آبادیؒ کا رسالہ دیا جو انہوں نے آپ کی تردید میں لکھا تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد، ایک ہی نشت میں مسجد میں جلوہ افروزی کے عالم میں اس کا جواب تحریر فرمادیا، اس لیے یہ یک روزہ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ رسالہ اگرچہ مختصر ہے لیکن اس کے دلائل اس قدر ناقابلِ تردید ہیں کہ آج تک مخالفین اس کا جواب نہیں دے سکے۔'' [تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید: ۲۶۵]

دیگر مخالفین جواب نہیں دے سکے تو علی زئی صاحب کے ہم عقیدہ میں سے کوئی ہمت کر لے اور جواب لکھ دے۔

امامِ آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ جل جلالہ نے وعدہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کا مثل نہیں بناؤں گا، لیکن اگر وہ چاہے تو دم بھر میں حضرت کی مثل ہزاروں لاکھوں بنا ڈالے کیونکہ اس کی قدرت بے انتہاء وسیع ہے اور افسوس ہے کہ ایک ایسی کھلی بات کو بعضے لوگوں نے نہیں سمجھا، اور مولوی فضلِ حق خیر آبادی

نے جن کو علومِ دینی میں کافی لیاقت نہیں تھی ایک رسالہ اس باب میں لکھ دیا کہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممتنع بالذات اور جل جلالہ کی قدرت سے باہر ہے جو کوئی ایسا اعتقاد رکھے اس نے معتزلہ کا مذہب اختیار کیا، اور اللہ جل جلالہ کی قدرتِ کاملہ پر اس نے غور نہیں کیا اگر چہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ جل جلالہ کا وعدہ سچا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہیں بنائے گا اور نہ آپ کے بعد دوسرا کوئی نیا نبی دنیا میں پیدا ہوگا مگر کام کا واقع ہونا اور بات ہے اور اس پر قدرت ہونا یہ دوسری بات ہے، دونوں امروں میں بڑا فرق ہے، اللہ جل جلالہ جزائے خیر دیوے مولانا اسماعیل شہید کو، انہوں نے جو جواب مولوی فضل حق کو دیا وہ عقلاً اور نقلاً دونوں طرح درست ہے اور مولوی فضلِ حق صاحب کو سوائے معقولات کے علم قرآن اور حدیث میں بالکل بہرہ نہ تھا، پس جو کچھ انہوں نے لکھا وہ سب اٹکل پچو اور ڈھکوسلے ہیں اور بعض بے وقوف اب تک ان کی پیروی اور تائید کر رہے ہیں اور برعکس نہند نام زنگی مولوی اسماعیل صاحب کی تحریر کو خلاف شرع سمجھتے ہیں لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' [رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجہ :۳۹۹/۱]

وحید الزمان صاحب کی عبارت پر تبصرہ ملاحظہ ہو۔

۱......''اس کی قدرت بے انتہاء وسیع ہے اور افسوس ہے کہ ایک ایسی کھلی بات کو بعضے لوگوں نے نہیں سمجھا۔''

کیا بعضے لوگوں کا مصداق علی زئی وغیرہ کو قرار دے کر کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کو قدرتِ الٰہی کی وسعت جیسی کھلی بات سمجھ نہیں آسکی؟

۲......''خیر آبادی نے جن کو علومِ دینی میں کافی لیاقت نہیں تھی۔''

صرف خیر آبادی کو کوستے رہو گے، علی زئی صاحب کے بارے میں بھی کچھ لب کشائی کی جائے کہ انہیں دینی علوم میں لیاقت تھی یا نہیں؟

۳......''مولوی فضلِ حق صاحب کو سوائے معقولات کے علم قرآن اور حدیث میں بالکل بہرہ نہ تھا۔''

فضلِ حق صاحب کے بارے میں تو پڑھ لیا ذرا یہ بتائیں کہ علی زئی صاحب کو قرآن وحدیث میں بہرہ تھا یا نہیں؟

۴......''جو کچھ انہوں نے لکھا وہ سب اٹکل پچو اور ڈھکوسلے ہیں۔''

خیر آبادی صاحب نے دعویٰ کیا امکانِ نظیر کے باطل ہونے کا مگر جب دلائل کی باری آئی تو بقول وحید الزمان صاحب ''اٹکل پچو اور ڈھکوسلے'' پیش کیے۔ مگر افسوس علی زئی صاحب نے تو صرف امکانِ نظیر کو گندا عقیدہ قرار دیا، بطور دلیل کے ''اٹکل پچو اور ڈھکوسلے'' بھی پیش نہیں کر سکے۔

۵......''بعض بے وقوف اب تک ان کی پیروی اور تائید کر رہے ہیں۔''

علی زئی کے ہم عقیدہ لفظ ''بے وقوف'' پر نگاہ رکھیں۔ کیا علی زئی صاحب امکانِ نظیر کے منکرین کی

تائید نہیں کررہے، کیا منکرین نے علی زئی عبارت اپنی تائید میں نقل نہیں کی؟

۶......''برعکس نہند نام زنگی مولوی اسماعیل صاحب کی تحریر کو خلاف شرع سمجھتے ہیں۔''

یہی حال علی زئی صاحب کا ہے، انہوں نے علمائے دیوبند کی تحریر کو خلاف شرع کہا، بلکہ عذابِ الٰہی سے ڈرانے کا وعظ بھی سنا دیا۔

۷......''لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے تقلیدِ مذموم [جو اہلِ حدیث ہونے کے دعوے دار کیا کرتے ہیں، دیکھئے بندہ کی کتاب ''غیر مقلد ہو کر تقلید کیوں؟''] کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں کہا: و لاقوۃ الا باللہ۔

علی زئی صاحب نے اس کو نقل کر کے لکھا:

''حافظ ذہبی کا آخر میں (لا حول) و لاقوۃ الا باللہ لکھنا اس کی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک تقلید ایک شیطانی کام ہے۔'' [علمی مقالات:۵۶/۳]

کیا اس عبارت کے پیشِ نظر یوں کہہ سکتے ہیں کہ وحید الزمان صاحب کے نزدیک امکانِ نظیر کا انکار شیطانی کام ہے؟

وحید الزمان صاحب بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ شرف الدین منیری رحمہ اللہ اپنی مکاتیب میں فرماتے ہیں وہ پاک پروردگار ایسا مستغنی اور بے پرواہ ہے اگر چاہے تو ہر روز حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح لاکھوں آدمیوں کو پیدا کر دے'' [تیسیر الباری شرح بخاری ۲۶۷/۸ طبع تاج کمپنی]

داؤد راز صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منبری [منیری (ناقل)] رحمۃ اللہ علیہ اپنی مکاتیب میں فرماتے ہیں وہ پاک پروردگار ایسا مستغنی اور بے پرواہ ہے کہ اگر چاہے تو ہر روز حضرت ابراہیم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح لاکھوں آدمیوں کو پیدا کر دے اور اگر چاہے تو دم بھر میں جتنے مقرب بندے ہیں ان سب کو راندۂ درگاہ بنا دے۔ جل جلالہ۔ یہاں مشیت کا ذکر ہو رہا ہے، مشیت اور چیز ہے اور قانون اور چیز ہے۔ قوانینِ الٰہی کے بارے میں صاف ارشاد ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا (فاطر) صدق اللہ تبارك و تعالیٰ۔'' [شرح بخاری اردو:۶۶۹/۷]

امیر احمد سہسوانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''لفظِ خاتم النبیین تعدد قبول کر سکتا ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ:۱۶]

''سہسوانی صاحب خاتم النبیین کا مطلب بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''معنی خاتم النبیین ہونے جناب افضل المرسلین خاتم النبیین علیہ الف صلوۃ وعلیہ الف سلام کے یہ ہیں کہ قیامت تک بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی شخص نبی نہ ہوگا چنانچہ مدارج وغیرہ میں موجود ہے نہ یہ کہ اور عالم مثل اس عالم کے موجود نہیں یا ممکن نہیں یا بعد قیامت بھی خدائے تعالیٰ قادر نہیں اس عالم کے مثل پیدا کرنے پر اور کوئی عقلی یا نقلی دلیل اس پر قائم نہیں بلکہ خلاف ہے درایت و روایت کے اور مخالف ہے حججِ شامخہ وبراہینِ قاطعہ کے کما لا یخفٰی'' [مناظرہ احمدیہ:۲۵]

''تقویت الایمان میں فقط لکھا تھا کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے اگر چاہے تو ایک حکم سے کروڑوں نبی اور فرشتہ برابر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل کے پیدا کر ڈالے اور یہ دعویٰ اکابر علماء کے کلام میں موجود ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ:۳۳]

''مثل ہر ممکن کا ممکن ہے پس مثل خاتم النبیین وغیرہ کا ممکن ہوا۔'' [مناظرہ احمدیہ:۳۴]

''مثل آنحضرت کا ممکن ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ:۳۵]

'' جو اعتقاد کرے اس بات کا کہ پروردگارِ عالَم کو مثل آنحضرت پر قدرت نہیں وہ بھی کافر ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ:۳۷]

''جو شخص یہ کہے کہ پروردگار عالم کو قدرت نہیں اس امر کی مثل حضرتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کر سکے وہ بھی بلا شک کافر ہے۔'' [مناظرہ احمدیہ:۳۹]

عبداللہ روپڑی غیر مقلد نے مودودی صاحب کو جواب دیتے ہوئے لکھا:

''اور یہ نہیں سمجھتے کہ خدا کی خدائی میں کیا نہیں ہوسکتا۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل یا آپ کی اتباع سے نیا نبی اب نہیں ہوسکتا؟ اتباع سے نبی ہوسکتا ہے، کیا خدا اب قادر نہیں رہا؟ سوال تو ہونے سے ہے نہ (کہ) ہوسکنے سے۔'' [فتاویٰ اہلِ حدیث:۱/۳۹]

علی زئی صاحب کے استاذ محمد عطاء اللہ حنیف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''تقویۃ الایمان پر اعتراضات مولانا فضلِ حق خیر آبادی مرحوم کو بھی تھے مثلاً وہ جو بعد میں ''مسئلہ امکانِ وامتناع نظیر'' عنوان پا گیا، جس کا جواب خود مولانا شہیدؒ ہی نے قلم برداشتہ لکھ دیا تھا جو ''یک روزی'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے...اس مسئلہ میں مولانا شہیدؒ کی قوتِ دلیل کا شاید نتیجہ تھا کہ مولانا فضلِ حقؒ کے بعض شاگردوں نے بھی مولانا کی تائید کی مثلاً مولانا سراج الدین لکھنویؒ جنھوں نے اُستاد کے رد اور مولانا کے حق میں ایک رسالہ لکھا (نزہتہ الخواطر ص ۱۹۷ ج ۷) بلکہ حضرت مفتی صدر الدین آرزردہؒ وغیرہ نے بھی مولانا کی تائید میں تحریریں شائع کرائیں۔'' [تصدیر اکمل البیان:۱۸]

ع، ح [غالباً عطاء اللہ حنیف (ناقل)] صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''تقویۃ الایمان کے زیرِ بحث [امکانِ نظیر (ناقل)] مقام پر مولانا فضلِ حق خیر آبادی مرحوم نے چند علیت نما اعتراضات کئے تھے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کے پاس وہ تحریر پہنچی تو انہوں نے یک ہی نشست میں ان کا جواب لکھ ڈالا جس نے ''بکروری'' عنوان ''یک روزی'' اس کی تائید میں دوسرے علماء نے بھی مضامین لکھے تھے منجملہ ان کے مفتی صدر الدین صاحب آزاد مرحوم بھی تھے۔ حضرت آزاد کا یہ رسالہ بھی مولانا شہیدؒ کے رسالہ یکروزی کے ساتھ متعدد دفعہ شائع ہو چکا ہے۔ میرے سامنے جو نسخہ ہے وہ ایضاح الحق الصریح مطبوعہ فاروقی دہلی ۱۲۹۷ھ کے ساتھ ملحق مطبوع ہے'' [حاشیہ اکمل البیان فی تائید تقویۃ: ۲۷]

محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولانا فضلِ حق نے مولانا شہید کے خلاف ایک کتاب لکھی۔ یہ کتاب انہوں نے بعض ذمہ دار حضرات کے توسط سے مولانا عبد الحق کی خدمت میں بھیجی لیکن وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔''

[چمنستانِ حدیث: ۶۸]

بھٹی صاحب لکھتے ہیں:

''۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں مسئلہ امکان و امتناع نظیر کے موضوع پر قیام بدایوں کے زمانے میں مولانا عبد القادر (بن مولانا محمد فضل رسول بدایونی) کے ساتھ شہر سے کچھ فاصلے پر محلّہ شیخو رپورہ میں سید امیر احمد کا مناظرہ ہوا۔ مناظرے کا اہتمام شیخ انتظام الدین رئیس شہر نے کیا تھا۔ سید امیر احمد چاہتے تھے کہ مناظرہ تقریری کیا جائے، لیکن مولانا عبد القادر بدایونی اس پر رضامند نہ ہوئے۔ پھر ان کی خواہش کے مطابق تحریری مناظرہ ہوا۔ تحریری صورت میں بھی بدایونی صاحب کے جواب بڑے انتظار کے بعد آتے تھے، وہ بھی بار بار طلب کرنے پر...! یہ بھی عجیب بات ہے کہ مولانا عبد القادر بدایونی بہت سی کتابیں لے کر آئے تھے اور ان میں حوالے تلاش کرنے والے کتنے ہی لوگ ان کے دائیں بائیں بیٹھے تھے لیکن سید امیر احمد کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ وہ سب سوالوں کے زبانی جواب دیتے تھے اور ہر جواب باحوالہ ہوتا تھا۔ بلا تاخیر صفحے اور سطر تک بتاتے جاتے تھے۔ حاضرین مجلس سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ شہر اور اس کے مضافات کے بے شمار لوگ موجود تھے جو بے تابی کے ساتھ مناظرے کے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے۔ کئی دن مناظرہ ہوتا رہا۔ پھر یہ ہوا کہ کسی قسم کا اعلان کئے اور کسی کو بتائے بغیر شدید گرمی میں دوپہر کے وقت مولانا عبد القادر بدایونی کتابیں اُٹھا کر پا پیادہ جلسہ گاہ سے نکلے اور اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس طرح مناظرہ اختتام کو پہنچا... اس مناظرے کی تفصیل سید محمد نذیر سہسوانی نے ''مناظرہ احمدیہ'' کے نام سے شائع کی۔''

[چمنستانِ حدیث: ۶۸]

بھٹی صاحب شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی کتابوں کا تعارف کراتے ہوئے ان کی کتاب ''یک

روزی'' کے تعارف میں لکھتے ہیں:

''یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے اور اس میں تقویۃ الایمان پر مولانا فضل حق خیر آبادی کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ایک دن شاہ اسماعیل کے لیے مسجد جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص نے ان کو مولانا فضل حق خیر آبادی کا ایک رسالہ دیا، جس میں تقویۃ الایمان پر اعتراضات کئے گئے تھے اور مسئلہ امکانِ نظیر سے متعلق شاہ صاحب کے نقطۂ نظر کی تردید کی گئی تھی۔ شاہ صاحب نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ گئے اور ایک ہی نشت میں اس کا جواب لکھ دیا۔اسی لیے یہ رسالہ ''یک روزی'' کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ رسالہ کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔اگر چہ مختصر ہے تاہم بہت جامع اور مدلل ہے۔اب تک اس کا کوئی شخص جواب نہیں دے سکا۔''

[فقہائے پاک و ہند: ۱۹۹/۳]

امام خان نوشہروی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اس سے کچھ مدت بعد مولوی عبد القادر (بن مولوی فضل رسول بدایونی) اسی مسئلہ پر مباحثہ کے لیے اُتر آئے، موضع شیخوپورہ (بدایوں) میں شیخ انتظام الدین کی صدارت میں تحریری مناظرہ شروع ہوا، سید امیر احمد کے پاس کوئی کتاب نہ تھی مگر دوسرا فریق اپنے یمین و یسار اسفار کتب لیے بیٹھا تھا، اس پر بھی اِدھر سے فوراً جواب ملتا، مگر وہاں سے تقاضوں کے بعد۔مناظرہ کئی روز تک جاری رہا۔حاضرین نتیجہ کے منتظر تھے کہ ایک روز دوپہر کی دھوپ اور گرمی میں حضرت بدایونی بغیر اطلاع اور پا پیادہ ہی بدایوں چلے گئے، اس مناظرہ کی پوری کیفیت ''مناظرہ احمدیہ'' کے نام سے چھپ چکی ہے'' [تراجم علمائے حدیث ہند: ۲۴۶]

## ۴۶۸

علی زئی صاحب عقیدہ امکانِ نظیر کو باطل قرار دے کر اس کے قائل کو عذابِ آخرت کا وعظ سناتے ہیں۔حالانکہ وعظ سے پہلے انہیں دلائل سے امکانِ نظیر کو باطل عقیدہ ثابت کرنا چاہیے تھا جو وہ نہیں کر سکے۔یا د رہے کہ محض آخرت کا وعظ سنانے سے وہ عقیدہ باطل ثابت نہیں ہوتا۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب غیر مقلد نے علی زئی صاحب کی ایک واعظانہ بات کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

''عرض ہے کہ جب دلائل پھسپھسے ہوں تو زہد و تقویٰ کی دہائی دے کر اور محاسبہ کا خوف دلا کر ان میں وزن پیدا نہیں کیا جا سکتا۔نادان لوگ ہی اس طرح کے مصنوعی جذبات سے مرعوب ہو سکتے ہیں، اہلِ علم بحث و مباحثہ میں جذبات نہیں، صرف دلائل دیکھتے ہیں۔'' [حدیثِ یزید محدثین کی نظر میں: ۱۳۷]

☆......☆......☆......☆

# مجلہ صفدر کے دستیاب خاص نمبرات اور اہم مضامین

حقیقت میلاد نمبر......میلاد کے بارے میں اکابر اہل سنت کی تحریرات کا مفید مجموعہ......ش:۸۲...... قیمت:50

گوشۂ خاص......بیاد: شیر اسلام حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ......ش:۱۲/۱۳...... قیمت:30

گوشۂ خاص......بیاد: مولانا سید صفی اللہ شاہؒ، (المعروف سید عبدالکریم شاہؒ) نہڑ والی بہاولپور......ش:۱۹...... قیمت:20

گوشۂ خاص......بیاد: تلمیذ حضرت مدنیؒ مولانا سید **اصلح الحسینیؒ**، کراچی......ش:۴۴...... قیمت:35

گوشہ خاص......مشاجرات صحابہ اور اہل سنت کا مسلک اعتدال......مولانا مجیب الرحمٰن......شمارہ:۸۶، قیمت:25

عمار خان ناصر اور مولانا زاہد الراشدی کے بارے اکابر کا فیصلہ اور اس کی وجوہات......ش:۳۸...... قیمت:25

مولانا زاہد الراشدی صاحب کی اکابر وفاق سے خط وکتابت اور کمیٹی کے قیام کی روداد۔ش:۴۲/۴۳۔ قیمت:50

ارباب الشریعہ کی خدمت میں! (عمار ناصر کے بارے مولانا راشدی مدظلہم کا طرزِ عمل) ش:۴۲ تا ۴۵......110

مولانا زاہد الراشدی اور عمار خان ناصر کے نام مولانا مفتی محمد تقی عثانی مدظلہم کا مکتوب گرامی......ش:۴۴......35

مولانا راشدی کی الشریعہ اور عمار خان سے براءت، حقیقت کیا ہے؟......ش:۶۰/۶۱/۶۲...... قیمت:75

دیوبندی بریلوی اختلاف اور شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ......ش:۴۴...... قیمت 35

محترم جناب حاجی اشتیاق احمد صاحب رحمہ اللہ اور اُن کی تحریرات، از: حمزہ احسانی......ش:۵۹...... قیمت:25

**افلحت الوجوہ**، غازی ممتاز قادری شہیدؒ......از: مولانا احسن خدامی......ش:۶۲...... قیمت:25

غامدی کا جوابی بیانیہ، از: شکیل عثمانی......ش:۶۴...... قیمت:25

آئین محمدی اور قانون غامدی......مولانا عبدالحق خان بشیر......شمارہ:۸۵...... قیمت:25

جاوید احمد غامدی: شخصیت وافکار کا تعارف......صہیب احمد......ش:۷۷...... قیمت:25

حدیث کلابِ حوأب اور قاضی طاہر ہاشمی کی تحقیق پر نظر، از: مولانا مجیب الرحمٰن......ش:۶۵ تا ۷۵...... قیمت:150

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا احسانی وعرفانی مقام......از: مولانا محمد ظفر اقبال......ش:۷۰...... قیمت:25

اللہ تعالی کے لیے......لفظ 'خدا' کا اطلاق......از: مولانا مجیب الرحمٰن......ش:۷۱،۷۲...... قیمت:40

مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ اور مولانا نثار احمد حسینی......از: حمزہ احسانی......ش:۷۳...... قیمت:25

اَفکارِ علوی مالکی: حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی رائے اور مولانا نثار حسینی کی ناانصافی......ش:۷۳

رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کا تحقیقی جائزہ، مولانا نثار کی ناانصافیوں اور مغالطہ آمیزیوں کی وضاحت......ش:۷۳

عریضہ بخدمت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، بابت عقیدہ امامت اور مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ......ش:۸۳...... قیمت:۲۵

عقیدہ امامت اکابر اہل سنت کی نظر میں (پچیس سے زائد اکابر اہل سنت کے حوالہ جات)......ش:۸۳

**رابطہ**: مولانا احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

0334-4612774__0307-5687800